مسلسل اشاعت کے ترپن سال

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ مولانا سمیع الحق شہیدؒ

مدیر اعلیٰ مولانا راشد الحق سمیع

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

646/شوال 1440ھ جون 2019ء

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر.................. 54
شمارہ نمبر 9
شوال ۱۴۴۰ھ
جون ۲۰۱۹

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: دارالعلوم حقانیہ کے ''جدید دار التدریس'' اکیڈمک بلاک بیاد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا نئے تعلیمی سال سے افتتاح .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- اللہ پر کامل یقین اور توکل فراخی رزق کا ذریعہ ...... شیخ الحدیث مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ ۵
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری............... مولانا عرفان الحق اظہار حقانی ۱۱
- مولانا سمیع الحق شہیدؒ صبر وتحمل اور برداشت کے پہاڑ تھے........... مولانا عبدالقیوم حقانی ۲۱
- مولانا سمیع الحق کو خلعتِ خونِ شہادت پہنانے کی تقریب........... مولانا عبدالقیوم حقانی ۲۴
- پاکستانی ذمہ داروں کی ذمہ داری................................. مفتی ذاکر حسن نعمانی ۲۸
- مصر کے سابق صدر محمد مرسی مرحوم کی شہادت.................. جناب سید جاوید انور ۳۳
- ''وحدت انسانیت'' کے تصور پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تفسیر.................. ڈاکٹر انعام اللہ ۳۶
- مغربی اصطلاحات کی تعریف .... جناب فیصل ریاض شاہد ۴۸
- افکار وتاثرات ......(جنرل مرزا اسلم بیگ) .... ادارہ ۵۵
- دارالعلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۸
- تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۱

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40روپے۔سالانہ -/400روپے۔بیرون ملک 40$امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

646 / شوال ۱۴۴۰ھ جون ۲۰۱۹

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

جلد نمبر 54

شمارہ نمبر 9

شوال ۱۴۴۰ھ

جون ۲۰۱۹

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: دارالعلوم حقانیہ کے "جدید دارالتدریس" اکیڈمک بلاک بیاد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا نئے تعلیمی سال سے افتتاح .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- اللہ پر کامل یقین اور توکل فراخی رزق کا ذریعہ .... شیخ الحدیث مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ ۵
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا عرفان الحق اظہار حقانی ۱۱
- مولانا سمیع الحق شہیدؒ صبر وتحمل اور برداشت کے پہاڑ تھے .... مولانا عبدالقیوم حقانی ۲۱
- مولانا سمیع الحق کو خلعتِ خونِ شہادت پہنانے کی تقریب .... مولانا عبدالقیوم حقانی ۲۴
- پاکستانی ذمہ داروں کی ذمہ داری .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۲۸
- مصر کے سابق صدر محمد مرسی مرحوم کی شہادت .... جناب سید جاوید انور ۳۳
- "وحدت انسانیت" کے تصور پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تفسیر .... ڈاکٹر انعام اللہ ۳۶
- مغربی اصطلاحات کی تعریف .... جناب فیصل ریاض شاہد ۴۸
- افکار وتاثرات .... (جنرل مرزا اسلم بیگ) .... ادارہ ۵۵
- دارالعلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۸
- تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۱

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔

فون نمبر: +92 923 -630435

فیکس نمبر: +92 923 -630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak

ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40روپے۔ سالانہ -/400روپے۔ بیرون ملک 40$امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

دارالعلوم حقانیہ کے ''جدید دارالتدریس'' (اکیڈمک بلاک) بیادحضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا نئے تعلیمی سال سے افتتاح

الحمدللہ بارگاہ خداوندی میں راقم کا سر اور قلم دونوں آج سربسجود ہو رہے ہیں کہ جس عظیم الشان تدریسی جدید عمارت کا خواب حضرت والد صاحب شہیدؒ نے کبھی دیکھا تھا اور جس کی تکمیل کیلئے آپؒ نے بھرپور کاوشیں اور دعائیں آخری ایام تک جاری رکھیں اور قدم بہ قدم مجھ ناچیز کو اس کی خدمت کرنے پر حوصلہ افزائی فرماتے رہتے، بالآخر شوال کے مہینے میں اِسے درس وتدریس کیلئے کھول دیا گیا۔ بہرحال تین سال کی صبر آزما جدوجہد کامیاب ہوگئی لیکن اس کی تعمیر کے حوالے سے جن مشکلات اور رکاوٹوں سے مجھے گزرنا پڑا یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔اس سلسلے میں تقریباً ہر دوسرے تیسرے روز حضرت والد صاحبؒ سے طویل مشاورت ہوتی اور مجھ کو اس سلسلے میں درپیش مسائل اور حکومت کی مختلف وزارتوں کی ناقص کارکردگی اور کچھ بیوروکریسی کے روایتی ہتھکنڈوں سے تنگ آ کر شکایت کرتا تو آپ ہر بار میرے شکستہ حوصلے کو دعاؤں اور تعریفی کلمات سے جوڑتے اور پھر اِن کے سہارے میں اپنے کرچی کرچی صبر واستقامت کو ایک مضبوط چٹان میں بدل لیتا۔الحمدللہ ایک لاکھ اکتیس ہزار اسکوئر فٹ پانچ منزلہ ستر فٹ سے زائد بلندی والی عمارت اپنے اسٹرکچر کے آخری مراحل میں کھڑی ہوگئی ہے، اب تزئین وآرائش اور فنشنگ کا مزید صبر آزما کام شروع ہو چکا ہے۔ الحمدللہ پشاور سے لے کر راولپنڈی تک جی ٹی روڈ پر اس قدر عظیم الشان اور بڑی تعلیمی درسگاہ کے حوالہ سے دوسری کوئی بھی بڑی بلڈنگ موجود نہیں ہے جو دینی مدارس کے لئے ایک امتیازی نمونہ ہے،اس کے نقشوں اور بلڈنگ کی ترتیب وتدوین کے حوالے سے دنیا بھر کے تعلیمی اداروں کی عمارات کا راقم باریک بینی سے جائزہ لیتا رہا، درجنوں عالمی یونیورسٹیز، دینی مدارس اور نئی اسلامی فن تعمیر کے حوالے سے مختلف عمارتوں کا سروے نیٹ، گوگل، یوٹیوب وغیرہ سے حاصل کرتا رہا، سینکڑوں تصاویر میں سے اپنے کام کے موتی باریک بینی سے ساتھ ساتھ چُنتا رہا اور حضرت والد صاحب مرحوم جو خود تعمیرات کا اعلیٰ درجے کا ذوق رکھتے تھے ان سے برابر مشاورت کرتا رہا اور پھر بعد میں آرکیٹکٹ کے ساتھ گھنٹوں بیٹھ کر مشاورت بھی جاری رہتی ۔ پھر درمیان میں کئی ماہ کام بالکل رُک گیا تھا، حضرت والد صاحب شہیدؒ کا حادثہ فاجعہ اور دیگر عوامل کی بناء پر اس عظیم الشان تاریخی بلڈنگ کا منصوبہ بظاہر نا کام

محسوس ہورہا تھا کیونکہ حادثہ کی شدت نے جہاں دماغ کی دنیا اُجاڑ دی تھی وہیں دل کی بستی بھی ویران ہوگئی تھی، لیکن ہروقت یہ احساس دل و دماغ کو بے چین رکھتا کہ اگر اس عظیم الشان منصوبے کو درمیان میں یونہی چھوڑ دیا تو یہ مدرسہ اور حضرت والدصاحب شہیدؒ کی روح سے بیوفائی کا مصداق ہوگا پھر پانچ ماہ بعد ایک دن ہمت کرکے کام کا جائزہ لینے کے لئے پشاور گیا تو خواب میں حضرت والدصاحبؒ کو دیکھا کہ وہ دفتر کے باہر بہت خوبصورت تعمیر ہوتے ہوئے ستونوں پر ماربل کا کام ہوتے ہوئے جائزہ لے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اُس کاریگر کو سمجھا بھی رہے ہیں۔ پھر کسی اور کو خواب میں بھی حضرت والدصاحبؒ نظر آئے اور اِن سے فرمایا کہ راشدالحق کہاں غائب ہے؟ آپ ہمت سے کام لیں، تو اِن خوابوں سے راقم کو مزید حوصلہ اور رہنمائی ملی کہ حضرت والدصاحبؒ کی توجہات اس جانب حسب سابق مرکوز ہیں، لہٰذا پوری مستعدی اور عزم نو کے ساتھ بلڈنگ کی تعمیر ہوتی رہی اور پھر ہم نے یہ طے کیا کہ شوال ۱۴۴۰ھ کے نئے تعلیمی سال کے موقع پر اس بلڈنگ میں باقاعدہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ لہٰذا دن رات ایک کرکے اپنی ٹیم کے ساتھ اس کام میں جُت گئے اور یوں ۲۴رجون بروز پیر بمطابق ۲۰رشوال صبح ساڑھے دس بجے تمام اساتذہ کرامِ جامعہ اور جن لوگوں نے بلڈنگ کے منصوبے میں اہم کردارادا کیا تھا ان کومدعو کیا گیا اور پہلی منزل (گراونڈ فلور) کے درجہ سادسہ کے عظیم الشان ہال میں دارالحفظ کے چھوٹے بچوں سے ختمات ِقرآن پڑھے گئے اورحضرت مہتمم مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ ونائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب اور دیگر علماء ومشائخ کی آمد شروع ہوئی، پھر دارالحفظ کے طالب علم عبدالرقیب نے قرآن پاک کی خوبصورت تلاوت سے پورے ماحول اور ساری بلڈنگ کو انوارت و برکات سے معطر ومنور کردیا۔ بعد میں حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے اِسی طالب علم کوسورہ فاتحہ،سورہ اخلاص پڑھا کر درس و تدریس کا باقاعدہ آغاز کلام اللہ سے کیا،اس موقع پر ہزاروں طلباء اورمہمانان گرامی بھی سورہ فاتحہ اورسورہ اخلاص کا ورد کرتے رہے۔آپ کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم دیربابا جی، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ بابا جی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدادریس صاحب مدظلہ نے احادیث سنا کر درس و تدریس کا آغاز کیا۔اس موقع پر خطیب عصر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ نے بھی بڑا مفصل اور جامع خطاب فرمایا اورحضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بلڈنگ کے منصوبے وکامیاب اختتام پر ان کی خدمات کو بھرپورخراج تحسین پیش کیا اورحاضرین مجلس جو پہلے ہی سے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے غم کی جدائی سے افسردہ بنے بیٹھے تھے کیونکہ آج ان کی کمی ہرکوئی صاف محسوس کررہا تھا۔حقانی صاحب کی تقریر نے سب کو آبدیدہ کردیا تھا بعد میں میرے خصوصی

سرپرست ودعاگواور سابق مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب نے بھی بڑی جامع اور پرمغز تقریر فرمائی۔ختم قرآن کے بعد شرکاء وطلباء کی تواضع کھجوروں سے کی گئی۔یاد رہے کہ اس بلڈنگ کی تزئین وآرائش کا کام ابھی باقی ہے اور جس کیلئے کروڑوں روپے درکار ہیں لیکن چونکہ قومی وصوبائی خزانہ خالی ہے اس لئے اس کی تکمیل بھی آہستہ آہستہ ہورہی ہے اورامید ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ شوال تک پانچ منزلہ بلڈنگ کی تکمیل وتزئین مکمل ہوجائے گی اور پھر باضابطہ ایک بڑی یادرگار افتتاحی تقریب منعقد کی جائیگی۔اللہ تعالیٰ اس نئی بلڈنگ کودرس وتدریس اور اسلام کی خدمت کا بہت بڑا مرکز بنائے اوراس منصوبے میں شامل تمام سرکاری وغیرسرکاری افسران ممبران اسمبلی کو جزائے خیرعطا فرمائے اوران سب کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔(امین)اوراسے حضرت والد صاحب شہیدؒ،راقم اور باقی ٹیم ممبران کے لئے خالص اپنی رضا کا باعث بنائے اور اس کا عوض ومزدوری اللہ تعالیٰ اپنے آخرت کے خزانوں سے ہم سب کو عطا فرمائے۔وَّ اَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران:۱۷۱) "اوراللہ پاک ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی"۔وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ وَاَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی ○ ثُمَّ یُجۡزٰىہُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی (النجم:۳۹-۴۱) "اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتاہے،جوکرتا ہے،اور یہ کہ اسکی کوشش جلد دیکھی جائیگی پھراسے پورا بدلہ دیا جائیگا"

باقی رہا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا تعلیمی اور تربیتی نظام وہ جوں کا توں قائم اورحسب روایت جدید داخلہ گزشتہ سالوں سے بڑھ کر ہے، پاکستان،افغانستان،برصغیراوردنیا بھرکی علمی،ثقافتی،تہذیبی تاریخ میں اس کے نقوش روشن ہیں، دارالعلوم حقانیہ کی ایک زرین علمی جہادی اور انقلابی تاریخ ہے، یہ ادارہ علمی بنیاد پر برصغیر کے عربی جامعات اور اسلامی مطالعات کے اداروں میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے، اہل اسلام کے دلوں کی دھڑکن اور آرزوؤں کی آماجگاہ ہے،بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ "صحیح معنوں میں اسلامی تعلیمات کی ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے" جس کی روشن خدمات سے دنیا کا کوئی بھی خطہ خالی نہیں ہے،جس کے علمی وروحانی اثرات عجم سے عرب تک دیکھے جارہے ہیں، اپنے موسس وبانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اوراس کے معمارثانی شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مبارک ادوار کی طرح آج بھی ملت اسلامیہ کی مضمحل روح کوتقویت عطا کررہا ہے، مسلمانوں کی گمشدہ میراث کا احیاء اورقوم وملت کی رگوں میں نئی زندگی اور غلبہ اسلام کی روح دوڑا رہا ہے،آج بھی جامعہ حقانیہ سے نشر ہونے والے مختلف علوم وافکارفنون و ادبیات میں گرانقدر کارنامے انجام دیئے جانے پر پوری دنیا حقانیہ کے علمی وقار اور امتیاز کا اعتراف کرتی ہے......

جس باغ میں ہم جاپہنچے ہیں پھولوں نے ہمیں پہچانا ہے　　نغموں کی ہراک جاشہرت ہے نالوں کا تمام افسانہ ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

اللہ پر کامل یقین اور توکل
فراخی رزق کا ذریعہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذباللّٰه من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (ھود:٦)

اورکوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کے روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو،اوررزق رسانی کیلئے علم اوراگاہی کی ضرورت ہوتی ہےتووہ ذات بابرکت ہرایک کی مستقل رہنے کی جگہ اورعارضی رہنے کی جگہ کو جانتا ہے،اور ہرایک کو وہاں ہی رزق پہنچاتا ہے،اورگوسب چیزیں علم الٰہی میں ہیں مگراس کے ساتھ سب چیزیں کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) منضبط اوردرج ہیں۔

میرے نہایت معزز سامعین کرام ! اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ازلی بے مثل اور بے مثال ہے ، اسی طرح اس کے صفات بھی بے مثل ومثال اورازلی ہیں ، رب العالمین کی ایک صفت رزاق ہے ، یعنی رزق دینے والا ، بے شمار اور لاتعداد مخلوق کو اپنا اپنا رزق جہاں بھی ہوں پہنچا دیتا ہے ، روزی پہنچانے اوررزق دینے میں وہ کسی کا محتاج نہیں ، لانسئلك رزقا نحن نرزقك ''ہم آپ سے رزق کا سوال نہیں کرتے بلکہ روزی تو ہم آپ کو دے دیتے ہیں۔

رزق کی تعریف

رزق کا معنی ہے ہر وہ چیز جس سے کسی بھی نوعیت کا فائدہ حاصل کیا جاسکے ، یا ہر وہ چیز جسے کھا کر بدن قوت اورغذا حاصل کر سکے ، اس معنی کے اعتبار سے رزق حلال بھی ہوسکتا ہے اورحرام بھی

اللہ تعالیٰ رب العزت نے رزق میں کوئی تخصیص نہیں فرمائی اور نہ ہی دوست ودشمن میں کوئی تفریق فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کو رزق پہنچاتا ہے، جو نہ کمانے کی طاقت رکھتا ہے، نہ ہی اس کا کوئی ذریعہ معاش، جیسے اپاہج، لولے، لنگڑے، چھوٹے بچے بھی، بے زبان جانور، درندے، چرند پرند، کیڑے مکوڑے، حشرات الارض، آبی جانور، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّاتَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (العنكبوت: ٦٠)

اور بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھیرتے، ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے۔

باری تعالیٰ تو وہ ہے، خلق الارزاق واعطاء الخلائق ارزاقها واوصلها اليهم جس نے تمام روزیوں کو پیدا کیا اور پھر ہر ہر مخلوق کو اس کی روزی عطا فرمائی اور اپنے فضل وکرم سے ہر ہر مخلوق تک اس کی روزی پہنچائی۔

رزق اور روزی کے دو اقسام

اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی دو طرح کی ہے، ایک ہے رزق عام اور دوسرا ہے رزق خاص، رزق عام جو نیک وبد، اگلوں وپچھلوں سب کو شامل ہیں، یہ رزق بدنی کہلاتا ہے، دوم رزق خاص یہ دلوں کا توشہ ہے اور دلوں کی غذا علم اور ایمان سے حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم اور ایمان کی دولت سے نوازے (آمین)۔

صحابہ کرامؓ کے توکل علی اللہ کا ایک فکر انگیز اور چشم کشا واقعہ

امام قرطبی رحمہ اللہ نے تلاوت کردہ آیت کے ذیل میں قبیلہ اشعرین یعنی ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جب ہجرت کر کے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو جو کچھ کھانے پینے کا سامان توشہ دان میں تھا وہ ختم ہوگیا، انہوں نے ایک ساتھی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس عرض سے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام فرمائے یہ شخص جب آئے اور نامدار و تاجدارِ ختم نبوت، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی

اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچا تو اندر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کلام پاک کی آواز آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت فرمار ہے تھے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (هود: ٦)

''اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ واضح کتاب میں ہے۔''

چونکہ یہ حضرات عربی دان تھے، سمجھ گئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے، تو پھر اشعری لوگ بھی دوسری جانوروں سے گئے گزرے نہیں تو وہ ضرور بالضرور ہمیں بھی رزق دے گا یہ خیال کر کے وہیں سے واپس چلا آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں فرمایا، واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا تمہیں خوشخبری ہو، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے، آپ کے اشعری ساتھیوں نے کہنے کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے قاصد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب مشورہ اپنی حاجت کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یہ سمجھ کر بے فکر اور مطمئن بیٹھے رہے، وہ ابھی بیٹھے بیٹھے انتظار ہی میں تھے کہ دو بندں نے ایک قصعہ (بڑا پیالا) گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا لا کر ان لوگوں کے سامنے رکھ لیا، اور خود چلے گئے، اشعریوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر بھی بچا رہا، تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ ضائع ہونے کے بجائے یہ کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ بھیجا جائے، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی ضرورت میں صرف فرمادیں، اپنے دو آدمیوں کو بچا ہوا کھانا دیکر آپ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔

اس کے بعد یہ سب حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت نفیس ولذیذ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا ہے، تب ان لوگوں نے پورا واقعہ عرض کیا، کہ ہم نے تو فلاں آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا، اس نے واپس آکر یہ جواب دیا، جس سے ہم نے یہ سمجھا کہ کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ رزق تمہیں اللہ نے عطا فرمایا تھا، وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے وہی اسکے لئے کافی ہے، وَمَنْ يَّتَّقِ

اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا O وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لاَ یَحْتَسِبُ(الطلاق :۳)

موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی رازقیت کا مشاہدہ

روایات میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جس وقت آگ کی تلاش میں کوہ طور پر پہنچے، وہاں آگ کے بجائے تجلیات الٰہی کا سامنا ہوا نبوت مل گئی اور فرعون اور قوم فرعون کے پاس پیغام خداوندی پہنچانے کا حکم ملا تو دل میں خیال آیا (جو نبوت یا توکل کے بالکل منافی نہیں) کہ میں اپنی زوجہ کو جنگل میں دردزہ میں مبتلا چھوڑ کر آیا ہو، اسکا کیا بنے گا؟ اس بنا آپ کی تسلی کیلئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ سامنے پڑی ہوئی چٹان پر لاٹھی ماریں انہوں نے تعمیل حکم کی ،تو یہ چٹان پھٹ کر اس کے اندر سے ایک دوسرا پتھر نمودار ہوا، حکم ہوا اس پر بھی لاٹھی ماریں، ایسا کیا تھا وہ پتھر پھٹا اندر سے ایک تیسرا پتھر برآمد ہوا، اس پر بھی لاٹھی مارنے کا حکم ہوا تو وہ شق ہوا، اور اندر سے ایک جاندار (کیڑا) برآمد ہوا، جس کے منہ میں ہرا پتہ تھا۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے، کہ وہ کیڑا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، اور کہہ رہا تھا، سبحان من یرانی یعرف مکانی ویرزقنی ولاینسانی پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہا ہے اور میرا جائے قیام کو جانتا ہے ، مجھے روزے دیتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں تو موسیٰ علیہ السلام کا یقین اس مشاہدے کیساتھ اور بھی بڑھ گیا۔

مُسْتَقَر اور مُسْتَوْدَعَ کی تشریح وتفسیر

میرے محترم دوستو ! اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بتانے پر اکتفاء نہیں فرماتے کہ ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ ہونے کا علان فرمادیا ، بلکہ انسان کے مزید اطمینان اور تسلی کی خاطر مزیدار ارشاد فرمایا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا اور وہ ذات جانتا ہے، مستقل طور پر جائے قیام اور عارضی طور پر مسکن وجائے قیام مُسْتَقَر ومُسْتَوْدَعَ کی علمائے کرام سے مختلف تفسیریں منقول ہیں، ایک تفسیر کے مطابق مُسْتَقَر ماں کی پیٹ اور مُسْتَوْدَعَ سے مراد باپ کی پیٹھ ہے ، دوسری تفسیر کے مطابق دنیا اور قبر ہے ، تیسری تفسیر کے مطابق اس سے مراد برزخ اور جنت یا دوزخ ہے ، جو انسان کا اصلی متنقر ہے ، اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے ،اللہ تعالیٰ کو سب کچھ کا پتہ ہے، جہاں بھی انسان رہتا ہے ،مستقلاً جیسے وطن یاجہاں پر وہ چلا جاتا ہے اور کچھ سالوں یا کچھ مہینوں یا کچھ دنوں کے لئے وہاں قیام پذیر ہوتا ہے۔

ہر جگہ ہر مقام پر رزق پہنچانے والی ذات

اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری دنیا کے لوگوں پر قیاس نہ کی جائے دنیا میں اگر کوئی حکومت یا کوئی ادارہ یا فرد کسی کی رزق کی ذمہ داری لے لے تو اتنا کام بہرحال اسے کرنا پڑے گا کہ اگر وہ اپنی مقررہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جانا چاہے تو وہ مطلوبہ حکومت یا ادارے یا فرد کو اطلاعی رپورٹ لکھ دے گا فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک وہ اس مقررہ جگہ پر نہیں رہے گا، بلکہ دوسری جگہ سکونت پذیر ہوگا، رزق کے وہاں پہونچانے کا انتظام کیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں اسی پر اسی اطلاعی رپورٹ کا بھی کوئی بار نہیں کیونکہ وہ ذات بابرکت ہر کسی کی ہر نقل وحرکت سے باخبر ہے، سب کے مستقل جائے قیام کو بھی جانتا ہے، اور عارضی جائے قیام کو بھی، خواہ کوئی انسان اپنے گھر میں رہے یا گھر سے باہر، کوئی جانور اپنے بل میں رہے یا اپنے بل سے دور بغیر کسی درخواست اور اطلاع کے اسے اپنا راشن پہنچادیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت مطلقہ تامہ کے پیش نظر صرف ارادہ کرلینا تمام امور کی سرانجام ہونے کیلئے کافی تھا، کسی کتاب یا رجسٹر میں لکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، لیکن یہ کمزور انسان جس نظام کا خوگر ہے اللہ تعالیٰ کے نظام محکم کو اس پر قیاس کر کے بھول چوک کا اندیشہ ہوسکتا تھا، اس لئے بندہ کے مزید اطمینان کے لئے فرمایا کل فی کتاب مبین
یعنی سب کچھ ایک واضح کتاب میں لکھا گیا ہے، یعنی لوح محفوظ میں سب کچھ منضبط اور درج ہے۔

روح ڈالنے سے پہلے چاروں چیزوں کو محفوظ کیا جاتا ہے

ایک حدیث شریف میں ہے، کہ ماں کے پیٹ میں جب انسان کے جسم میں ابھی تک روح نہ ڈالا گیا ہو، ایک فرشتہ آکر چار باتوں کے بارے میں لکھتے ہیں یکتب اجلہٗ موت کا وقت مقررہ لکھ دی جاتا ہے، کہ کب اور کہا مرے گا؟ جو ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا، ویکتب عمرہ، بندے کا عمر کتنے سال، کتنے مہینے کتنے ساعات حتی کہ منٹ یا سیکنڈ ہیں؟ لکھ دیا جاتا ہے ویکتب رزقہ اوراس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے کہ کیا کھائے گا؟ کہاں سے کھائے گا؟ کب کھائے؟ ویکتب اثرہ انسان کے دنیا میں قدم لکھ دیئے جاتے ہیں، کہاں جائیگا؟ زمین کے کس ٹکڑے پر قدم رکھے گا۔

اور ایک روایت میں یوں بھی مزید ارشاد فرمایا ویکتب اسعید ام شقی نیک بخت رہے گا، یا شقی بدبخت، یعنی ایمان مسلمان ہوگا، یا بے ایمان کافر منکر، اور یہ سب کچھ پچاس ہزار سال پہلے لکھ چکا

ہے، بہر حال جس چیز کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے لی ہے، یعنی روزی دینا، ہم اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں حالانکہ قسمت اور تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے زیادہ یا کم ملتا ہی نہیں، اور جس چیز کی ذمہ داری انسان پر ڈال دی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے احکامات کی تعمیل باری تعالیٰ کی معرفت اور رضاء ان سب سے انسان غافل ہے۔

بھرپور توکل اور بھروسہ بھرپور رزق وروزی کا وسیلہ

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لو توکلتم علی الله حق توکله لرزقکم کما یرزق الطیر تعدواحماصا وترحو ابطاناً

اگر تم اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھرپور توکل اور بھروسہ رکھو جس طرح اس پر بھروسہ رکھنے کا حق ہے، تو تمہیں پرندوں جیسا رزق پہنچا تا پرندے صبح سویرے اپنی گھونسلوں سے خالی پوٹے نکلتے ہیں، مگر شام کو سیر ہوکر واپس اپنے گھونسلوں میں پہنچتے ہیں، حالانکہ وہ کوئی مزدوری نہیں کر سکتے، کسی سے سوال نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ انہیں رزق پہنچا دیتا ہے۔

بلکہ وہی غذا دے دیتا ہے، جو وہ کھاتا رہتا ہے، بعض جانور تازہ گوشت روز کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ روزانہ تازہ گوشت اسے پہنچاتا ہے، بعض جانور تازہ خون چوستا ہے، اللہ تعالیٰ تازہ خون انہیں پہنچاتا ہے، وہی ہے سب کا پالنے والا۔

قبر میں سب سے پہلا سوال ربوبیت کے متعلق

اس لئے قبر میں سب سے پہلا سوال ربوبیت کے بارے میں ہوتا ہے، من ربُّكَ تیرا پالنے والا کون ہے؟ اگر رب کی ذات پر یقین بن گیا تھا، تو کہے گا ربی اللّٰہ اور اگر یقین بن گیا تھا، ذراعت پر، تجارت پر، دکان پر، یقین بن گیا تھا، محنت ومزدوری پر، تو پھر جواب نہ بن پڑے گا، اسلئے رزق بھی اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اور رزق کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ پیدا کئے ہیں۔ جب یہ یقین بن جائے گا تو پھر رزق ملتا رہے گا، اس کے لئے اتنی زیادہ دوڑ دھوپ کی ضرورت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو رزق حلال وطیب عطا فرما کر حرام اور ظلم کے رزق سے محفوظ رکھے امین۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

(قسط ۷۱) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۷ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب، اہل محلّہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔ یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال وسوانح کے لئے بھی ایک بنیادی واہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

اللہ تعالیٰ مجاہدین کے ساتھ میدان میں کھڑا کردے، شیخ الحدیث کی تمنا

۱۶/نومبر: والد ماجد حسب معمول بعد از نماز عصر مجلس میں تشریف فرما تھے، افغان مجاہدین کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی، مجاہدین کی اس جماعت میں دارالعلوم کے قدیم طلباء اور بعض جدید فضلاء بھی آئے ہوئے تھے، مولانا سعید اللہ صاحب حقانی جو دارالعلوم کے فاضل اور اب کئی سالوں سے جہاد افغانستان کے میدان کارزار میں مولانا جلال الدین حقانی کے ساتھ شانہ بشانہ بطور کماندان مصروف عمل ہیں، انہوں نے حضرت دامت فیوضہ سے عرض کیا، حضرت! میری حاضری کا مقصد زیارت وملاقات، حصول دعا اور طلب اجازت ہے کہ اب تک میں مجاہدین کے دینی مدارس میں تدریس کے ساتھ پکتیا اور خوست کے مختلف محاذوں پر لڑائیوں میں بھی شریک ہوتا رہا ہوں، اب میرے بارے میں فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ میں ابوظہبی جاکر وہاں مجاہدین کے دفاتر کا کام سنبھال لو، اس

سفر کی اجازت مرحمت فرمانے کیساتھ ساتھ اپنی توجہات اور استقامت کیلئے خصوصی دعاؤں میں بھی حصہ وافر عطا فرمائیں، پھر موصوف نے فرداً فرداً اپنی جماعت کے رفقاء کا تعارف کرایا۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے ان کی گفتگو بڑی توجہ سے سنی ، بڑی توجہ وابتہال اور تضرع والحاح کے ساتھ ان کے لئے دعا کرتے رہے، پھر اپنے ہاتھ سے مجاہدین میں نقدی بھی تقسیم فرمائی اور ارشاد فرمایا، کاش! باری تعالیٰ اس کا موقع مرحمت فرماتے کہ اپنے مجاہدین بھائیوں بالخصوص فضلائے حقانیہ کے ساتھ میدان کارزار میں شانہ بشانہ کام کرتا، کیا عجب تقدیر خداوندی ہم گنہگاروں کے ستر پوشی کردے اور غیب سے ایسی کوئی صورت بنادے کہ خدا تعالیٰ مجاہدین بھائیوں کے ساتھ میدان جہاد کی صف میں کھڑا کردے۔

مولانا محمد یونس خالص حقانی کی امریکی صدر ریگن سے ملاقات اور ان کو اسلام کی دعوت

جہاد افغانستان کی مناسبت سے یہ بات بھی زیر مجلس آئی کہ حضرت! دارالعلوم حقانیہ اور آپ حضرات کی خصوصی تربیت کے بڑے اثرات اور انقلابی نتائج ظاہر ہورہے ہیں پرسوں جو اقوام متحدہ میں افغان مجاہد رہنما مولانا محمد یونس خالص حقانی نے امریکہ کے صدر ریگن سے ملاقات کی اور انہیں سات جماعتوں کی قیادت اور لیڈر شپ بھی حاصل ہے، یہ سب دارالعلوم کے برکات ہیں۔

ارشاد فرمایا جی ہاں! ہماری کیا حیثیت ہے اور ہمارے کیا برکات ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا ہوا ہے، یہ مولانا یونس خالص صاحب کا اپنا اخلاص وللّٰہیت اور دیانت وجذبۂ جہاد ہے، جس نے ان کو اس مقام تک پہنچایا ہے، انہوں نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے، انہوں نے بتایا تھا کہ میں صدر ریگن کو اسلام کی دعوت بھی دوں گا، ان کی ملاقات اور مذاکرات بڑے جرأت مندانہ اور اپنے موقف پر استقامت کیساتھ ساتھ اللہ کے جاہ وجلال پر ان کی نظر تھی ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی بخشی اس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوئے ہیں، مولانا یونس خالص حقانی دارالعلوم کے قدیم فاضل ہیں، جب دارالعلوم گاؤں کی پرانی مسجد میں ہوا کرتا تھا، تو انہوں نے دو دفعہ دورہ حدیث وہاں پڑھا، منطق اور فلسفہ کی بھی تمام کتابیں پڑھیں وہ زمانۂ طالبعلمی میں یہاں کی تعلیمی پالیسی، جماعتی کام اور دارالعلوم کے نظام کو دیکھ کر کبھی کبھی کہا کرتے کہ جب خدا مجھے حصولِ علم میں کامیابی عطا فرمائیگا تو میں بھی ایک جماعت اور اسی طرح خدمت دین کا ایک منظم پروگرام بناؤں گا۔

کسے کیا خبر تھی! کہ اکوڑہ کے اس گمنام محلّہ میں یہ کمزور اور درویش طلباء اپنے لباس میں شیر

ہیں، اور مستقبل کے عظیم مجاہد اور انقلابی رہنما ہوں گے۔

خاکساراں جہاں رابہ حقارت منگر شاید کہ دریں گرد سوارے باشد

باری تعالیٰ فتح مندیوں اور کامیابیوں سے سرفراز فرمائے، اس نے تو ہماری روح کو تازہ کر دیا، اب شدت سے ان کی واپسی اور ملاقات کا انتظار ہے، باری تعالیٰ اسے تمام فضلاء حقانیہ، مجاہدین اور افغان رہنماؤں کو عافیت سے رکھے اور کامیابیاں عطا فرمائے۔

ایوان بالا (سینٹ) میں دہشت گردی اور تخریب کاری کے مؤثر انسداد پر بے لاگ خطاب

۶/اکتوبر ۱۹۸۷ء: جہاں تک تخریب کاری کنٹرول کے مسئلے کا تعلق ہے، یہ ایک نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے، اس وقت پورے ملک میں ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے اور کسی وقت بھی وہ سمجھتا ہے کہ میں لقمۂ اجل بن سکتا ہوں تو اس کیلئے ضروری ہے کہ قومی سطح پر اس مسئلہ پر توجہ دی جائے اور ہر وہ اقدام کرنا چاہے جس سے تخریب کاری کا فوری انسداد ہو۔

بل میں دہشت پسندانہ سرگرمیوں کی وضاحت ضروری

یہ بل جو ہمارے سامنے ہے اس کی میرے خیال میں ایک نبیادی خامی یہ ہے کہ اسکا تعلق ہشت پسندانہ سرگرمیوں سے ہے، لیکن بل میں دہشت پسندانہ سرگرمیوں کی کوئی وضاحت یا توضیح نہیں کی گئی ہے، حالانکہ کوئی بھی مسودہ قانون ہو تو اس میں واضح طور پر اس کی وضاحت ہوتی ہے، اس میں بھی واضح طور پر دہشت پسندانہ سرگرمیوں کی توضیح ہونی چاہئے تھی، تاکہ آگے چل کر اسے مبہم سمجھ کر اس کو کوئی غلط مقاصد کے لئے استعمال نہ کر سکے، کل کو آپ کسی سیاسی سرگرمی کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ دہشت پسندانہ سرگرمی ہے آپ کسی جلسہ یا جلوس یا کسی بھی مسئلہ کو دہشت پسندانہ قرار دے کر اس قانون کو استعمال کر سکتے ہیں۔

مخالفین حکومت کے خلاف چور دروازے بند ہونے چاہئیں

تخریب کاری پر کنٹرول تو نہایت لازمی ہے، لیکن ہمیں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ آگے سیاسی مقاصد رکھنے والے لوگوں کے خلاف ایک پھندے کے طور پر استعمال نہ کیا جا سکے، عموماً ایسا ہوا ہے کہ بعض حکومتوں نے اپنے اقتدار کے نشے میں بعض ایسے قوانین بنائے ہیں اور ایسے اقدامات کئے جو آگے چل کر خود ان کے لئے وبال جان بن گئے، یعنی ۱۹۷۳ء سے لیکر ۱۹۷۷ء تک میں پچھلے دور اقتدار میں بعض ایسے اقدامات کئے گئے تھے، اسوقت حکومت کے بعض ممبروں نے بھی اور حزبِ

اختلاف کے اراکین نے انہیں بڑے خلوص سے روکا تھا کہ یہ قوانین آگے چل کر جمہوریت کے لئے اورعوام کیلئے پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں، لیکن وہ نہ مانے تو ان کے لئے پھندہ بن گئے، تو کہیں ہمارے لئے بھی یہ مسئلہ وبال جان نہ بن جائے۔

اسلامی قوانین کی برکات

دوسری بات یہ ہے کہ دہشت پسندانہ اور تخریب کارانہ سرگرمیوں کیلئے اسلام نے بڑی واضح تعزیرات مقرر کیں، ہم انگریزی قوانین کی طرف جاتے ہیں اوران میں کچھ ترامیم کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید مسئلہ حل ہوگیا ہے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ جب تک اسلامی تعزیرات اور سزائیں چوروں، ڈاکوؤں، راستہ کاٹنے والوں، تخریب کاروں اور فساد پیدا کرنے والوں کیلئے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعزیرات مقرر کیں ہیں، اگر ہم نے اسے نافذ نہیں کیا تو مسئلہ جوں کا توں رہے گا اور اگر اس کو آپ نافذ کرتے تو یہ سارا مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا نہ آپ کو آج ترامیم کی ضرورت ہوتی نہ خصوصی عدالتوں کی ضرورت، کیونکہ اسلام نے ہمیں اس معاملے میں محروم نہیں چھوڑا اور نہ ہم اس معاملے میں دیگر اقوام کے دستِ نگر ہوتے، پھر آپ نے جو سلسلہ خصوصی عدالتیں ہوں یا عام عدالتیں ہوں اس کا جو طریقہ کار رکھا ہے اوراس میں جو شہادت کے ثبوت کے طریقے ہیں، وہ سب ایسے ہیں، کہ جب تک وہ قانون شہادت اور ضابطۂ کار جو عدالتوں کا ہے، مروجہ ۱۸۷۰ء سے کچھ چیزیں بنائی گئی تھیں جب تک وہ چیزیں ہوں گی تو خصوصی عدالتوں کے ذریعے بھی آپ اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

موجودہ قانون شہادت ناقص غیر شرعی ہے

یہاں شہادت کا سارا قانون ہی آپ تو خود جانتے ہیں کہ کیسا ہے؟ پھر اس میں وکالت کا جو سلسلہ ہے اوراس میں ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنانے کا سارا سلسلہ اسی نظام کے ہوتے ہوئے آپ یہ توقع نہ رکھیں کہ ان عدالتوں کی وجہ سے آپ تخریب کاری پر کوئی پابندی لگا سکتے ہیں، یہاں تو پورا سلسلہ سفارش، رشوت اور جس کے پاس دولت ہے اور انصاف کو خریدنے کا معاملہ ہے، اور جس کی جیب گرم ہوگی، وہ مقصد تک پہنچے گا، ورنہ وہ اسی طرح محروم اور مظلوم رہے گا، ان خرابیوں کے ہوتے ہوئے یہ سارے موجودہ قوانین جو رائج ہیں وہ غیر مؤثر ہوکر رہ گئے تو آرڈیننس کے بعد جو آپ اسکو قانونی شکل دے دینگے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی آسانی سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

انتظامیہ کے بعض عناصر کی تخریب کاروں کی سرپرستی

بلکہ اور بے انصافیوں کا سلسلہ دراز ہوتا جائے گا جیسا کہ قاضی صاحب ہمارے دوست نے فرمایا کہ انتظامیہ کے کچھ عناصر ایسے ہیں کہ ان کی طرف سے تخریب کاری کی در پردہ سرپرستی ہوتی ہے اس کی کئی وجوہات ہیں وہ شاید ان کے مفادات ان لوگوں سے وابستہ ہوں جو امن وامان کو تہ وبالا کرنا چاہتے ہیں، یا جن کو ہماری موجودہ افغان پالیسی سے اتفاق نہیں ہے، وہ لوگ بعض جگہوں پر انتظامیہ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انتظامیہ ان کو خوش کرنا چاہتی ہے اور بسا اوقات تخریب کار اسی طرح یا تو چھوٹ جاتے ہیں یا ضمانت پر رہا ہو جاتے ہیں، یا اسی طرح پڑے رہتے ہیں لیکن ان کو سزا نہیں ملتی۔

مجاہدین افغانستان اور تخریب کاری کا مسئلہ

اس وقت تخریب کاری کے سلسلہ کے ساتھ افغان مسئلے کا خاص تعلق ہے اور کئی جگہ پر وہ افغانی باشندے ہوتے ہیں، غیر ملکی ہوتے ہیں اس کے بارے میں میری رائے اور تجویز یہ ہے کہ ان خصوصی عدالتوں کے ذریعہ ہم ان پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکیں گے، اس کا ایک مؤثر علاج یہ ہے کہ اگر تخریب کاری میں ملوث کوئی افغان باشندہ پکڑا جائے تو افغانستان کے باشندے جو یہاں مہاجرین رہتے ہیں اور مہاجرین کی جو جماعتیں ہیں جو ان کے لیڈر ہیں وہ اپنے ملک کے لوگوں کو پہنچانتے ہیں کہ یہ کس ذہن کا ہے، تخریب کار ہیں یا خلقی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے، یا پرچمی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے، تو اس کو ان کے حوالے کیا جائے، میں پاکستانیوں کے بارے میں نہیں کہتا، مجھے کئی افغان مجاہدین نے آکر خود کہا ہے کہ ہم یہ ذمہ داری خود قبول کرنے کو تیار ہیں، اگر حکومت ہمارے ملک کے باشندوں کے بارے میں ہمیں اختیار دیدے ہم ان کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کر کے ان کو سزا دے سکتے ہیں اور اس معاملے میں حکومت کا یہ دخل بھی نہ ہو کہ آپ اس کو چھوڑیں، پہلے وہ لوگ خود ان کو پکڑ لیتے ہیں اور ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے ہیں اور چند دنوں میں وہ ان کو ٹھکانے لگا دیتے تھے، پھر تو یہ سلسلہ چلتا ہی نہیں تھا لیکن بعد میں یہ صورتحال پیدا ہوئی کہ انتظامیہ نے اس میں مداخلت شروع کی، وہاں انہوں نے ایک آدمی پکڑا اور انتظامیہ کی طرف سے اس کو چھڑا لیا گیا کہ آپ لوگوں کا اس سے کیا تعلق ہے ان کو الٹا حراست میں رکھا گیا، حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ یہ تخریب کار تھے، ملک دشمن تھے، روس کے ایجنٹ تھے۔

تو اگر ہم افغان مجاہدین سے مدد لیں اور ان کے زعماء سے کہیں کہ اسلامی طریقہ سے آپ

ایک ٹریبونل بنالیں ، یا جس طریقہ سے ہو سات جماعتوں کا ٹریبونل بنالیں اور کوئی افغان تخریب کار اگر پکڑا جائے تو فوراً اس ٹریبونل کے حوالے کردیں اور یہ ہمارا دردسر ہی نہ ہو، تو آپ دیکھیں گے کہ ان شاء اللہ اس معاملہ میں وہ فوراً چند گھنٹوں میں فیصلہ تک پہنچ سکیں گے ،اور تخریب کار کو قرار واقعی سزا مل سکے گی ، باقی جو پاکستانی ہوں ان کو اس میں حق نہیں دیتے لیکن اس میں ہمارا موجود نظام بالکل ناقص ہے،آپ کے پشاور میں پورے ایک سکول کے بچوں کو اڑا دیا گیا۔

تخریب کاری کے فروغ میں اعلیٰ افسروں کا شرمناک کردار

اور وہ تخریب کار پکڑا گیا اور آگے چل کرٹل ، ہنگو وغیرہ میں جا کر اس کی ضمانت ہوگئی اور یہ باتیں چل رہی ہیں کہ ۳۰،۳۰ لاکھ روپے رشوت لے کر تخریب کاروں کو چھوڑا گیا، آپ کے اسلام آباد میں ایک بہت بڑا تخریب کار بیٹھا ہوا ہے، انہی لوگوں میں سے اور اخبارات میں بھی آیا ہے کہ ۴۰، یا ۴۵ لاکھ روپے میں سودا کر کے اس کو بٹھا رکھا ہے، یہ سودا کون کراتا ہے؟ اس میں جب تک انتظامیہ سے باز پرس نہ ہوگی اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر سزا دیتی ہے تو فوری طور پر تخریب کار کو برسر عام دی جائے اور اس تخریب کار کو ایسی سزا دی جائے کہ ٹی وی پر اور کھلے میدان میں ہو تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہوسکے ،وجہ یہ ہے کہ اس وقت سارے لوگ بے چین ہیں، کوئی بس میں سوا ہوتا ہے تو دل لرزتا ہے ، کوئی سڑک پر جاتا ہے کسی کا بچہ باہر جاتا ہے، تو جب تک واپس نہ آئے بے چینی رہتی ہے ۔

جناب والا ! صرف اس آرڈیننس کو پاس کرنے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ اس کیلئے عملی اور مؤثر اقدام کریں کل بھی اسلام آباد میں دھماکہ ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کرے کہ حکومت اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکے اور اس ملک کو امن وامان فراہم ہوسکے ۔شکریہ

فضیلت علم، تحصیل علم کے مقاصد اور طلبہ کی ذمہ داریاں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور جناب مولانا سمیع الحقؒ کا دارالعلوم میں تقریب انعامات سے خطاب

سہ ماہی امتحانات میں اچھے نمبروں پر کامیاب ہونے والے طلبہ کی حوصلہ افزائی اور تعلیمی ماحول میں تحصیل اور مسابقت فی العلم کی ترغیب اور تشویق کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر حسب معمول اس سال (۱۴۰۸ھ) بھی جامع مسجد دارالعلوم میں تقریب انعامات منعقد ہوئی جس میں دارالعلوم کے مشائخ ،اساتذہ اور تمام درجوں کے طلبہ اور ان کے والدین نے شرکت کی، اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہونے والے طلبہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق الحق قدس سرہ نے اپنے ہاتھوں سے انعامات

تقسیم فرمائے، اس موقع پر اساتذہ اور طلبہ کے اصرار پر جناب حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بھی مختصر خطاب فرمایا، آخر میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے دعا فرمائی اور اس ضمن میں پند و نصیحت کے مختصر اور مفید کلمات بھی ارشاد فرمائے، ذیل میں افادہ عام کے پیش نظر دونوں خطابات نذر قارئین ہے

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا خطاب

خطبۂ مسنونہ کے بعد جناب مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ارشاد فرمایا!

حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ! امتحانات کے نتائج اور انعامات کی تقسیم کی صورت میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن طلبہ نے تحصیل علم میں محنت کی اور مطالعہ کیا اور اپنا سبق یاد کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عزت مرحمت فرماتے ہیں، جیسے کہ آج اس کا نقشہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اپنے اکابر و اساتذہ اور مشائخ کے مبارک ہاتھوں سے اپنے انعام حاصل کریں گے۔

کتابوں سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں محنت ضائع نہیں ہوتی

طالب علم کیلئے سب سے بڑا انعام کتاب ہی ہوسکتی ہے، اگر لاکھوں اور ہزاروں روپیہ دے دیا جائے تب بھی وہ کتاب کا بدل نہیں بن سکتا کتابیں اور پھر وہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ہاتھ سے بطور انعام حاصل ہوں، یہ فخر اور عزت کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ بھی محنت کی قدر کرتا ہے۔

وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ(آل عمران: ۱۷۱) اور اللہ پاک ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی)

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ○ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (النجم: ۳۹-۴۱)

''اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے، جو اس نے کمایا، اور یہ کہ اس کی کوشش جلد دیکھی جائے گی، پھر اس کو اس کا پورا بدلا ملنا ہے۔'' یہ سعی ضائع نہیں جائیگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان کو پورا بدلہ دیا جائے، اصل بدلہ اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں دیں گے، دنیا میں بھی بدلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عالم بنا دیتے ہیں، مبلغ اور فقیہ اور مدرس بنا دیتے ہیں، اب آپ حضرات میں جن طلبہ کو انعام دیا جائیگا، اللہ پاک ان کیلئے یہ مبارک بنائے اور مزید علمی و دینی ترقیات کا سبب ہو۔اس میں دوسرے طلبہ بھائیوں کیلئے بھی ترغیب ہے کہ اگر وہ بھی محنت کرلیں اور کوشش کریں تو ان کو بھی اللہ تعالیٰ یہ درجہ دیں گے۔

طالبعلم کا والدین کا احسان مند رہنا احساس شناسی

وقت ایک عظیم نعمت ہے، وقت کی قدر، سب کو کرنی چاہئے مگر طالب علم کیلئے تو وقت ہر چیز سے بڑھ کر قیمتی ہے، یہاں پر تمہیں اپنے بزرگوں نے والدین نے اور سرپرستوں نے بہت بڑی

قربانی کر کے سبق کیلئے بھیج دیا ہے، فارغ کر دیا ہے، اپنے کسب سے، کاروبار اور محنت ومزدوری سے تمہیں فارغ کر دیا، نوکری اور ملازمت اور گھر کی خدمت کا بوجھ تمہارے کاندھوں پر نہیں ڈالا، بڑی تکالیف اور مشقت ومحنت سے وہ کام کرتے ہیں اور تمہیں خرچہ مہیا کرتے ہیں تمہیں فارغ کر کے صرف اور صرف تحصیل علم کیلئے یہاں بٹھا دیا ہے، یہ والدین کا بہت بڑا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ تمہیں علم کیلئے اور علم کے حاصل کرنے کی راہ پر لگا دیا ہے۔

تمہاری طرح کے نوجوان ہیں کہ ان کا سارا دن سڑکوں پر پتھر کوٹتے گزرتا ہے، بعضوں کو کھیتوں میں ہل چلاتے گزرتا ہے، لیکن اللہ پاک نے کروڑوں لوگوں میں تمہیں اپنے دین کیلئے منتخب کیا، فارغ کر دیا اور اسباب اور وسائل پیدا کر دیئے کہ جاؤ! تم سبق پڑھو، والدین تمہاری خدمت کریں گے دارالعلوم تمہاری خدمت کرے گا۔

وقت کی تلافی کسی بھی صورت ناممکن

مگر تم وقت کی قدر کرو اور ہمہ تن سبق پر توجہ دو، وقت بہت بڑی قیمتی چیز ہے کہ اس کی پھر تلافی نہیں ہوسکتی، ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے حقوق کی تلافی ہوسکتی ہے مگر اوقات کے حقوق کی تلافی نہیں ہوسکتی ایک حقوق اللہ فی الاوقات ہیں اور دوسرے حقوق الاوقات ہیں، بعض اوقات میں اللہ نے حقوق مقرر کئے ہیں کہ یہ وقت فلاں نماز کا ہے، اس وقت میں یہ عبادت کرنی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اور اوقات کے اندر جو وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتے، اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (ال عمران :۱۰۳) وقت عبادات، روزہ، حج، وغیرہ موقف ہیں اوقات سے تعلق رکھتے ہیں اگر اللہ کے حقوق کسی مجبوری سے ادا نہ ہوئے عذر کی وجہ سے بیماری کی وجہ سے، اللہ کا حق ادا نہ ہوا لیکن پھر بھی اسی کی قضا ممکن ہے، حقوق اللہ فی الاوقات کی تلافی دوسرے اوقات میں کی جاسکتی ہے لیکن وقت کا حق، حقوق الاوقات اگر ایک مرتبہ ضائع ہوجائے تو پھر اسکی تلافی نہیں کی جاسکتی جو وقت بغیر مطالعہ کے اور بغیر سبق پڑھے گذر جائے تو وقت کا حق ضائع ہوگیا، مثلاً آج جمعرات ہے، اس روز کے سبق میں شرکت نہیں کی تو قیامت تک اس کی تلافی نہیں ہوسکتی کہ اس آج جمعرات نے دوبارہ نہیں آنا ہے تو ایسی چیز جس کے فوت ہونے سے اس کی تلافی ناممکن ہو تو وہ یقیناً بہت قیمتی اور ہر لحاظ سے قابل قدر ہے، حقوق الاوقات دوبارہ نہیں ادا کئے جاسکتے۔

اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت وقت ہے زندگی کے اوقات میں جس نے اسے ضائع کر دیا، تو اسے خدا تعالیٰ سزا بھی بہت بڑی دیں گے، خدا تعالیٰ کی نعمت کے شکریہ کا معنی یہ ہے کہ اس نعمت کو صحیح مصرف میں استعمال کیا جائے، جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اس کو صحیح مصرف میں استعمال کیا جائے، اس

نعمت کو صداقت میں، اطاعت میں قرآن وحدیث میں اور تحصیل علم میں صرف کردے، کانوں کو قرآن سننے میں، آنکھوں کو جائز مناظر میں، اسی طرح ہاتھ پاؤں کو اپنے اپنے مصرفوں میں استعمال کریں۔

نعمت کو اپنے مصرف میں لگانا شکران نعمت

نعمت کا شکریہ صرف زبان سے ضروری نہیں اور اگر زبان سے شکریہ نہ بھی ادا کیا جائے تاہم کوئی مواخذہ نہیں اصل شکرانِ نعمت یہ ہے کہ نعمت کو اس کے مصرف میں استعمال کیا جائے، مثلاً یہ لاؤڈ سپیکر ہے جسے مسجد میں لگایا گیا ہے، اس کا مصرف یہ ہے کہ اس کی آواز اونچی ہوتا کہ سب تک پہنچے یہ مقصد ہے کہ اس پر تقریر ہو، یہ مکبر الصوت ہے، لوگوں کو فائدہ پہنچے گا، یہ گویا اس کو اپنے مصرف میں استعمال کرلیا گیا اور اگر کوئی صاحب لاؤڈ سپیکر کا ڈنڈا اٹھا کر اس سے مسجد کی نالیاں صاف کرنا شروع کردے تو یہ نعمت کی بے قدری ہے، ناشکری ہے کفرانِ نعمت ہے۔ اسی طرح طلبہ کیلئے وقت کا صحیح مصرف یہی ہے کہ وہ تحصیل علم، مطالعہ، اور سیکھنے میں وقت کو صرف کردے جب والدین نے سبق کیلئے بھیجا ہے، تو پھر ایسے اوقات میں والدین کی خدمت بھی اس کا صحیح مصرف نہیں، جلسوں میں جلوسوں میں، بازاروں میں، اپنی آزادی کی سوسائٹیوں میں، اگر وقت صرف کروں گے تو یہ کفران نعمت ہوگا، اگر وقت کی صحیح قدر کرلی تو خدا تعالیٰ دنیا میں بھی عزت دے گا اور آخرت میں بھی اور اگر یہ وقت ضائع کردیا تو پھر اس کے پیچھے ساری عمر ہاتھ ملتے رہوگے پھر کچھ نہ بنے گا۔ الوقت سیف اما تقطعه او يقطعك (وقت ایک تلوار ہے اگر تو نے اسے توڑ نہ دیا تو وہ تجھے توڑ دے گی)

گویا وقت دشمن کی تلوار ہے جو تجھ پر حملہ آور ہے اگر تم نے اسے نہ کاٹ ڈالا یعنی اپنے صحیح مصرف میں استعمال نہ کیا تم نے اپنے عمل اور وقت کو اپنے مصرف میں صحیح استعمال کی تلوار سے، وقت کی تلوار کاٹ کا جواب نہ دیا، غفلت کی، تو وقت کی تلوار تمہیں کاٹ ڈالے گی اور تباہ و برباد ہوجائے گا، خدا تعالیٰ قیامت کے دن یہی دریافت فرمائیں گے حدیث میں جن پانچ چیزوں کے بارے میں دریافت کئے جانے کا ذکر آیا ہے لاتزال قدماابن ادم حتی يسئل عن خمس ان پانچ سوالوں میں سے پہلا سوال یہ ہوگا کہ: عن عمره فی افناه کہ تم نے عمر اور زندگی کہاں صرف کی؟ اور خاص کر وہ حصہ جس پر پورے مستقبل کی زندگی کا مدار ہے وہ شباب ہے، جس کو پہلا سوال بھی شامل ہے، عمر عام ہے جس میں جوانی بڑھاپا سب آجاتا ہے، مگر پھر بھی اس کی اہمیت اور واقعی بڑی نعمت ہونے کے پیش نظر خصوصیت سے ذکر کیا گیا کہ وعن شبابه فيما ابلاه (کہ تم نے جوانی کو کس چیز میں بڑھاپے تک پہنچایا؟) ابلاه عجیب لفظ ہے لباس ہوں، جوتے ہوں، جو چیز بھی پہن لے استعمال

کرلیں تب نئی نہ رہیں گی ، وہ پرانی ہوں گی ،مگر جوانی کو استعمال کرو، یا نہ کرو، یہ بڑھاپے کو پہنچے گی یہ خاص وقت ہے جوانی کا پھر طالب علم کا شباب وہ تو بہت بڑھ کر قیمتی ہے، کسان اگر زمین کو آباد کرسکتا ہے مگر کام نہیں کرتا ،تو زمین ضائع ہوجائے گی مالدار ہے، مال پر توجہ نہیں دیتا، مال ضائع ہوجائے گا، لیکن اگر طالب علم نے اپنا وقت ضائع کردیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ضائع ہوجائے گی کتنا بڑا نقصان ہے مال ودولت اور جائیدادیں اور مناصب ، ہامان اور قارون کی نیابتیں ہیں جبکہ دوسری طرف علم اور قرآن مجید وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے۔

نزع کے عالم میں بھی علمی گفتگو

ہمارے اکابر بڑے حساس تھے، وہ اوقات کی قدر کرتے تھے،موت اور نزع کی حالت میں بھی ہمارے اسلاف نے علم اور کتاب سے علیحدہ ہوکر وقت ضائع نہیں کیا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ مرض وفات اور نزع میں ہیں سخت حالت ہے، اضطراب کی کیفیت ہے،مگراس حالت میں بھی امام ابویوسف نے اس سے بحث شروع کردی کہ رمی جمرات سواری پر افضل ہے یا پیدل چل کر یعنی رمی راکباً افضل ہے یا ماشیاً وہ مہمان فرمانے لگے،حضرت! یہ وقت بحث کا نہیں، جب کہ بات کرنی بھی مشکل ہے،امام ابویوسف نے فرمایا جب آپ دیکھتے ہیں کہ میں دنیا سے رخصت ہورہا ہوں،تو یہ بہتر نہیں کہ اس مسئلہ سے جاہل ہوکر مرنے کے بعد اس کا عالم ہوکر دنیا سے رخصت ہوں۔

یہ شوق تھا جب وہ صاحب بیمار پرسی کرکے گھر سے باہر نکلے تو امام ابویوسفؒ کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی، معلوم ہوا کہ ابھی رحلت کرگئے ہیں، سکرات الموت میں ہمارے اسلاف کے علمی ذوق اور تجسس کے بہت سے نادر واقعات ہیں جو آئندہ تمہارے مطالعہ میں آتے رہیں گے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ مادرزاد نابینا ہیں بہت بڑے عالم ہیں، وہ قضائے حاجت اور روٹی کھاتے وقت شدید تکلیف محسوس کرتے تھے وہ فرماتے تھے کہ یہ دونوں اوقات مجھ پر سخت گراں گزرتے ہیں کہ ان اوقات میں کتاب نہیں دیکھ سکتا، بہر حال میں تمہارا قیمتی وقت زیادہ نہیں لینا چاہتا تمہاری سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ وقت کی قدر کریں، اپنی ذہنی اور فکری توجہ اور نشست وبرخاست کا محور درس وتدریس اور مطالعہ ومحنت بنالیں، جب عالم ہوجاؤ گے اور پھر علم کے اسلحہ سے مسلح ہوجاؤ گے، باہر کے میدان میں اجتماعیات اور سیاسیات میں بھی تب انسان کامیاب ہوتا ہے، جب انسان مسلح ہو سیاست کرنا تو میدانِ جنگ میں لڑنا ہے جب تمہارے پاس اسلحہ نہیں، بندوق نہیں تو کس طرح کامیاب ہوسکو گے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ
صبر وتحمل اور برداشت کے پہاڑ تھے
اجتماعی کاموں میں حکمت وتدبیر اوراستقامت کا ایک نمونہ
جامعہ دارالعلوم کے قیامِ استحکام کا ایک راز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی ترقی وکمال، وسعت، محبوبیت ومرجعیت اور مرکزیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس کے مؤسس و بانی کی طرح مہتمم ثانی شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی اپنے والد کے حینِ حیات ان کی سرپرستی اورنگرانی میں جامعہ حقانیہ کے اہتمام و انتظام کی ذمہ داریاں نبھانے لگے، انہیں اللہ نے زیرکی ودانائی، حکمت ومصلحت، صبر وتحمل اور بھرپور قوتِ برداشت سے نوازا تھا، وہ سیاسی اُمور کی طرح جامعہ حقانیہ کے انتظامی اُمور، تعلیمی اُمور اور تربیتی معاملات میں بھی اپنے احباب، اساتذہ اور انتظامیہ کے نہ صرف یہ کہ نقد و جرح، تنقید اور اختلاف کو بڑی خندہ پیشانی سے سنتے تھے بلکہ بسا اوقات اپنی رائے بھی واپس لے لیتے تھے، وہ نہ تو کسی بات کو ''اَنا'' کا مسئلہ بناتے تھے اور نہ تنقید کرنے والے کو اپنے طعن وتشنیع اور عتاب کا نشانہ بناتے تھے۔

میں نے بارہا یہ بھی دیکھا کہ جامعہ کے بعض مشائخ اور اساتذہ اور انتظامیہ کے بعض ذمہ داروں کے جارحانہ رویے کے مقابلہ میں مولانا سمیع الحق آخری دم تک مصلحانہ اور حکیمانہ طرزِ عمل اختیار کئے رکھتے اور یہ بھی دیکھا کہ مولانا کا موقف، حق اور ہدف درست ہوتا تھا مگر وہ نظام کے قائم رکھنے اور کام کے چلتے رہنے اور کسی بڑے حادثہ کے رونما ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر دوسرے فریق کی بات مان لیتے، بلکہ ادارے کے تحفظ و بقا اور استحکام کے لئے اس کے مدعی بن جاتے تھے۔ ان کا یہ اشاد میں نے اُن سے بارہا سنا ''چلتی گاڑی سے ڈرائیور کو اُتارنا حماقت ہے''۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ بعض بڑے اکابر اساتذہ نے دارالحدیث میں دورانِ درس مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو سیاسی اُمور میں ہدفِ تنقید بنایا، درس و بیان کی موج مستی اور طلبہ کی سیل بے کراں کی اپنے اساتذہ کی بات سننے کی

فطرت و عادت کے پیش نظر انکی زبان سے ایسے الفاظ بھی سرزد ہوتے رہے جنہیں ان صفحات میں نقل کرنا بھی شرافت واخلاقیات کی حدود پھلانگنے کے مترادف ہے مگر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ایک مہتمم کی حیثیت سے کبھی بھی جامعہ کے کسی بھی ملازم کی ایسی حرکات کا نہ تو نوٹس لیا نہ ان سے شکایت کی، نہ کسی کے ذریعہ انہیں آئندہ درست رہنے کا پیغام بھیجا اور نہ حقانیہ سے انہیں رخصت کر دینے کی دھمکی دی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہمیشہ سنی کو اَن سنی کر دیا، کسی کی تنقید اور نقد و جرح کو اپنی توہین، اَنا اور عزتِ نفس کا مسئلہ نہیں بنایا، ایسے لوگ اگلے روز مولانا سے ملے یا کسی مجلسِ مشاورت میں سامنا ہوا، انہیں کبھی یہ احساس بھی نہیں ہونے دیا کہ مولانا انکی ان بے ہودہ حرکامت سے باخبر یا کبیدۂ خاطر ہیں۔

اساتذہ کی مجلسِ مشاورت میں یہ منظر بھی دیکھا کہ بعض اساتذہ جو حضرت کے تلامذہ بھی ہیں اور حضرت ہی کے انتخاب سے انکی تقرری بھی ہوئی ہے دورانِ مشاورت بعض اُمور میں انکا طرزِ گفتگو ناقدانہ اور جارحانہ ہوجاتا ہے، بعض کی آواز کی گھن گرج سے حد درجہ ناشائستگی چھلک پڑتی تھی، مگر مولانا شہیدؒ کے چہرہ پر مسکراہٹ، لب و لہجہ میں وقار و متانت، طرزِ خطاب میں ''عزیز''، ''پیارے'' اور ''محترم مولانا صاحب'' کے الفاظ اور گفتگو میں حد درجہ نرمی، محبت اور کمال شفقت ٹپکتی تھی۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو آفاقیت' وسعت' عظمت اور ترقی و کمال کی معراج دلانے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی طرح ان کے جانشین اور ان کے علوم و معارف کے امین مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا صبر و ثبات بھی مدارس کے اربابِ اہتمام کے لئے لائق صد رشک ہے۔ مولانا کو اجتماعی اور جماعتی زندگی میں جو تکلیفیں، مزاحمتیں اور مخالفتیں پیش آئیں کمال درجۂ صبر اور تسلیم و رضا کے ساتھ برداشت کرتے چلے گئے اور کسی بھی مرحلے میں آپے سے باہر نہیں ہوئے، بے صبری کا اظہار نہیں کیا، حکمت و مصلحت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے پایا، آپ مولانا کے تمام سوانح پڑھتے چلے جایئے، زندگی کے ہر موڑ پر انہیں پرکھتے اور ٹٹولتے چلے جایئے اس مردِ حق نے پامردی، جواں مردی، حکمت و دانائی، مصلحت و صلح جوئی اور استقامت کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جو بہت سے اہل ایمان، اور مدارس کے اربابِ اہتمام کے لئے تقویتِ قلب کا سبب اور ترقی و کمال کا لائحۂ عمل بنا اور جب شہیدؒ تک حضرت کے سوانح کو سامنے رکھ کر اجتماعی کاموں میں ان کے قائم فرمودہ نشانِ راہ پر چلا جاتا رہے گا ترقی و کمال کے راستے کھلتے چلے جائیں گے ان شاء اللہ۔

میرے شیخ کی طبعی افتاد

اِجتماعی نظام اور ایک بڑے جامعہ کے جماعتی کام میں کارکنوں' خدام طلبہ' اساتذہ اور

ملازمین سے ان کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نباہ کرنا ادارے کے سربراہ کی ذمہ داری ہوتی ہے میں نے اس حوالے سے بھی اپنے شیخ کو بہت قریب سے دیکھا۔

ایک روز دفتر اہتمام میں خدام اور کارکنوں کی تنبیہ جاری تھے، متعلقہ ذمہ داری کے اُمور میں کارکنوں نے غفلت برتی ہوگی۔ مولانا حبیب اللہ اس مجلس کی روئیداد کا ایک منظر یوں بیاں کرتے ہیں کہ:

''ابھی ایک لحہ قبل کسی حوالے سے کارکنوں کی غفلت اور تساہل پر میرے استاذ غصہ میں تھے، اور ابھی اسی لمحے فوری طور پر اتنا شاندار ادبی شہ پارہ تحریر فرمایا۔ حقانی صاحب نے کہا: میرے استاذ کا طیش وجلال بھی اختیاری ہوتا ہے نہ آپے سے باہر ہوتے ہیں۔ نہ بے نقط سناتے ہیں نہ ذہن غائب ہوتا ہے، ایک ہی لحہ میں جلال بھی' اور اسی وقت جمال بھی' اس جلال کے عالم میں فون آتے ہیں، سیاسی زعماء سے رابطہ بھی اور اپنے خدام اور طلبہ سے دارالعلوم کے حوالے سے ضابطہ بھی اور یہ میرے استاذ کی طبعی افتاد ہے'' (ساعتے بااہل حق، ص: ۲۹۵)

باعثِ راحت وسکون

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا علمی شغف' کتابی شوق اور قلم و ادب کے حوالے سے ذوق کا کیا عالم تھا۔ ''ساعتے بااہل حق'' اس کا شاہد عدل ہے، علماء، احباب، ادباء، اربابِ فضل وکمال اور اہل علم وقلم کیساتھ نشست و مذاکرے میں حضرت الشیخ کی طبیعت میں بڑا نشاط آجا تا تھا، احقر سے بھی حضرت کو تعلق خاطر اور مشفقانہ تعلق ہے، اس میں بھی شاید سب سے بڑی وجہ علم وقلم اور کتاب و مطالعہ کا دخل ہے، ''ساعتے بااہل حق'' مولانا سیّد حبیب اللہ حقانی اس نوعیت کا ایک واقعہ منقول ہے کہ:

''تلہ گنگ کے مہمان (مولانا سعید شہید اور ان کے رفقاء) جو مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی معیت میں حاضرِ خدمت ہوئے تھے انہیں جلدی تھی اور وہ بار بار رخصت و اجازت لینا چاہتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق ہر بار انہیں ٹالتے رہے اور فرماتے رہے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کئی روز کے بعد آئے ہیں، جب یہ آجاتے ہیں تو ہماری باہمی علمی' قلمی اور ادبی اور کتابی ذوق کی باتیں ہوتی ہیں۔ میرے طبعی اضمحلال' سیاست و ہنگامے اور اسفار واعذار سے مرجھائی طبیعت میں نکھار آجاتا ہے اور مجھے ان کی آمد سے راحت اور سکون ملتا ہے۔ فکر و ذہن اور خیالات میں علمی' کتابی اور مطالعاتی بہاریں آجاتی ہیں۔ آپ کا اصرار نہ ہوتا تو میں انہیں اس قدر جلدی جانے کی اجازت نہ دیتا''۔ (ساعتے بااہل حق ص:۲۹۶)

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

مولانا سمیع الحق کو خلعتِ خونِ شہادت پہنانے کی تقریب
روسی اِقتدار طالبان کے قدموں میں بیٹھ گیا
بالآخر امریکی سامراج نے طالبان کے ساتھ مذاکرات کر کے ان کے وجود اور عظمتِ مقام کو تسلیم کرلیا

احقر ۲۱ر جون سے ۲۳ر جون تک سفر عمرہ پر تھا کہ علمی خبر ناموں میں طالبانِ افغانستان کا پندرہ رُکنی وفد اپنی طالب علمانہ وضع قطع، مسنون لباس، کرتہ وشلوار، عمامہ مبارک اور کشادہ چادروں میں ملبوس بڑے فاتحانہ انداز میں روس پہنچا اور دنیا نے دیکھا کہ جنہیں وہ وحشی، درندے، بے رحم، اَن پڑھ جاہل، دورِ حاضر کے تقاضوں سے ناواقف قرار دیتے رہے، روسی حکمران قیادت انہیں سیاست دان، مسلمان کی دینی و اسلامی قوت تسلیم کرتے ہوئے ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ پوری عالمی میڈیا نے طالبان کا یہ فاتحانہ انداز پوری دنیا میں نشر کیا۔ مجھے شہید اسلام مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد آنے لگی، وہ آج کا منظر دیکھتے تو ان کی خوشی اور مسرتوں کا کیا عالم ہوتا، ان ہی قلبی کیفیات جذبات پر احقر نے ماہنامہ ’الحق‘ کے مدیر شہیر مخدوم محترم اور مخدوم زادہ ذی قدر مولانا راشد الحق سمیع حقانی کے نام دو خطوط لکھے۔ اور ان کے نام حرمین شریفین میں اپنے چند قلبی کیفیات کا اظہار بھی کیا۔ دونوں مکاتیب یکجا نذرِ قارئین ہیں .... (ادارہ)

عزیز از جان مخدوم زادہ ذی قدر و مخدومِ مکرم مولانا راشد الحق زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ابھی طواف کر کے دُعا مکمل کرلی کہ رفیق عزیز گل رحمٰن نے جھٹ سے کہا: استاد جی! مبارک ہو شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحقؒ کی روحانی اولاد طالبانِ افغانستان کامیاب ہوگئے۔ میں حرم سے باہر آیا اور دیکھا آج کے تازہ منظر نامے میں عظیم سپر پاور روس کے اقتدار کو شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے شاگردوں کے پاؤں میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو عَش عَش کر اُٹھا، استاد جیؒ نے جو کچھ فرمایا تھا اور جس ولولے سے ان کی کامیابی کے مناظر وہ اپنی چشم بصیرت سے دیکھ رہے تھے آج ہم نے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے مردِ حق مردِ قلندر نے جس مشن کی خاطر نوکِ خنجر کے بوسے لئے وہی خون کے قطرے فتوحات کے جھنڈے بن کر آج پورے عالم پر لہرا رہے ہیں، میری آنکھیں اشکبار ہیں، قلم لرز رہا

ہے۔آج حضرت استاد جیؒ حیات ہوتے تو کیا منظر ہوتا، کتنے خوش ہوتے اپنی جدوجہد کے نقد ثمرات دیکھتے تو تشکر وامتنان سے ان کی کیا کیفیت ہوتی۔اب میں مبارک باد کسے دوں؟ اس بات کی اہمیت وعظمت کی قدر کرنے والے کون ہیں، جن سے آدمی اپنا دردِدل بانٹ لے ....

میں اپنا رونا روؤں جاکر سامنے کس کے
رہا کون اپنے آنسو پونچھنے والا ہے رونے میں

آپ سے بے تکلفی ہے استاد جیؒ نہیں رہے آپ سے ان کے فتوحات کی تبریک عرض ہے استاد جیؒ کو تو جنت کے فرشتوں نے شہداءِ افغانستان کی ارواح نے ، جامعہ حقانیہ کے شہداء طالبان نے، خود نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے تبریک بھی دیدی ہوگی اور اپنے دامن میں بٹھایا ہوگا۔خوشی ومسرت کے جشن کا انعقاد بھی کیا ہوگا۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس مبارک تقریب تبریک کے مہمانِ خصوصی ہوں گے،شہداءِ اُمت لشکروں لشکروں کی صورت میں آ آ کر دستار خونِ شہادت اور خلعت خون شہادت پہنا پہنا کر انہیں تبریک وتحسین کے کلماتِ طیبات سے مخاطب کر رہے ہوں گے۔مگر دنیا میں اللہ......

چمن کو اس لئے مالی نے خون سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

میں، مبارکباد کسے دوں؟ تبریک کسے کہوں؟ فتوحات کا سہرا کس کے گلے میں ڈالوں، استاذِ مکرم مولانا سمیع الحق شہیدؒ جو مشن لے کر آگے بڑھے تھے اس میں کامیاب ہوگئے اور آج ثمرات پوری دنیا پر آشکارا ہوگئے ہیں۔ میں حسب معمول تبریک کے لئے دوڑ پڑا درِدولت پر حاضر ہوا مگر وہ عازمِ اقلیم جنت ہوگئے تھے اور اب میں اللہ تعالیٰ سے دست بہ دُعا ہوں ربّا! انہیں میرے سلام بھی پہنچا دے تبریک بھی اور ہمیں اب بھی ان کی نظر توجہ سے محروم نہ فرما۔

مخدوم زادۂ ذی قدر ومخدومِ مکرم مولانا راشد الحق سمیع حقانی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ! آج یہاں حرمین شریفین میں سیّدی واستادی شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحق کی یادوں نے بے حد تڑپایا۔ طالبان کا ۱۵رُکنی وفد بڑے فاتحانہ انداز میں اپنے اسلامی لباس، اپنی طالبعلمانہ یونیفارم میں دنیا کے جابر ترین حکمرانوں اور اپنے وقت کی ایک عظیم سپر پاور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ افغانستان میں قیامِ امن کے لئے یہ لازمی ہے کہ امریکہ بھی اس سے نکل جائے جس طرح روس یہاں سے ذلیل ہوکر نکلا امریکہ کو بھی اب اپنا بوریا بستر لپیٹنا ہوگا۔یہی موقف مولانا سمیع الحق

شہیدؒ کا تھا۔آج وہی موقف حق کا پرچم بنا کر روسی دارالحکومت بلکہ دُنیائے عالم کے سٹیج پر لہرا دیا گیا ہے۔

شہید ناموسِ رسالت سیّدی مولانا سمیع الحق کا یہی موقف تھا، یہی مشن تھا، اسی پر رواں دواں تھے۔ مجاہدین اور طالبانِ افغانستان کی اسی نہج پر تربیت فرمائی، اور ان کا یقین تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ امریکہ کو بھی یہاں سے بوریا بستر سمیٹنا ہوگا۔آج وہی کچھ ہو رہا ہے جو حضرت شہیدؒ کو نظر آ رہا تھا، انہوں نے خنجروں کی یلغار تو برداشت کر لی، نوکِ خنجر کے بوسے تو لے لئے مگر اپنے موقف سے بال برابر پیچھے نہیں ہٹے ......

سنا ہے عشق کی معراج پنہاں ہے شہادت میں
چھری لاؤ ہمیں بھی اپنی قسمت آزمانے دو

بہر حال! ؏ خون پھر خون ہے جم جاتا ہے رنگ لاتا ہے

بہر حال! آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ شہید کے خون نے تمام عالم پر آشکارا کر دیا کہ حق بظاہر دبایا تو جاسکتا ہے مٹایا نہیں جاسکتا۔ مجھے یہاں مکہ مکرمہ میں رفیق عزیز نے عالمی خبرنامے کی ایک جھلک میں روسی حکمرانوں کو ''طالبان'' کے پاؤں میں بیٹھنے کا منظر دکھایا،...... بے اختیار میرے آنسو چھلک پڑے، کاش! میرے حضرتؒ زندہ ہوتے اور اپنی آنکھوں سے اپنی فتوحات کا یہ منظر وہ خود دیکھتے تو ان کی خوشیوں و مسرتوں اور بارگاہِ ربوبیت میں تشکر و امتنان کی کیا کیا کیفیات ہوتیں؟............

درد کب دل میں مہرباں نہ رہا
ہاں مگر قابلِ بیاں نہ رہا
بجلیوں کو دُعائیں دیتا ہوں
دوش پر بارِ آشیاں نہ رہا

مگر ربّ قدیر نے جہادی فتوحات کے لہراتے ہوئے جھنڈے انہیں عالم برزخ میں دکھا دیئے ہوں گے، فرشتوں نے انہیں تبریک پیش کر دی ہوگی، شہدائے بالاکوٹ کے ارواح پُرفتوح نے انہیں دامن میں لے لیا ہوگا، شہداءِ افغانستان نے جہادی فتوحات کی تبریک پیش کر دی ہوگی اور طالبان کے ہاں حاضر ہو کر حقانیہ کی تقریب دستار بندی کی طرح جشن منایا ہوگا۔اور بڑے فخر و امتیاز سے کہا ہوگا ، استاد جی! جس طرح تم ہمیں مغازی پڑھایا کرتے تھے اور سال کے آخر پر ظلم و جبر واستبداد کے خلاف جہاد جاری رکھنے کا حلف لیا کرتے تھے اور ہماری دستار بندی کو شہداء کے کفن کا نام دے کر ہمیں تشجیعات سے نوازتے تھے، الحمد للہ ہم نے دنیا میں تمہاری پہنائی ہوئی دستارِ علم و جہاد کو دُنیا کی نجاست اور اقتدار کے متعفن اور غلاظت سے قطعی آلودہ اور اس کی مصنوعی شوکت و چمک پر مفتون ہو کر اسے نجاست آلود نہیں کیا بلکہ خونِ شہادت سے رنگین ہو کر بارگاہِ ربّ میں سرخرو ہوئے۔

استاد جی! اللہ نے تمہیں اس خلعت خون شہادت سے سرفراز فرمایا جو آپ کے وسیلہ سے ہمیں ملتا رہا۔ استاد جی! وہ دیکھو شہداءِ افغانستان کے لشکر کے لشکر درِ دولت پر حاضر ہیں، تمہیں تبریک بھی کہہ رہے ہیں اور تشکر وامتنان کے جذبات لے کر حاضر خدمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کے جلو میں آج یہاں جنت کے شہداء بلاک میں تمہارے خیر مقدم، تبریک وتحسین، جمیع فتوحات کا منظر نامہ پیش کرنے اور جشن منانے کی غرض عالمی کانفرنس کا روحانی اجتماع منعقد کیا گیا ہے۔ استاد جی! استاد جی! لیجئے آگے بڑھیئے اپنے مشن میں کامیابی اور حصولِ شہادت میں صدفی صد نمبر لینے پر تمہاری دستار بندی کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

جس طرح جہادِ افغانستان کے آغازِ کار، رفتارِ کار اور طالبان دور کے فتوحات وانجامِ کار اور تا ایں دم جہاد کے رفتارِ کار میں آپ ہمارے محسن ہیں، مربی ہیں، شیخ ہیں، استاذ ہیں، قائد ہیں، سرپرست ہیں، ہم نے آپ کے اشارۂ آبرو پر جانیں قربان کردیں، اولادیں کٹوادی، عزتیں لٹوا دیں مگر علمِ جہاد کو سرنگوں نہیں ہونے دیا، آپ کی تعلیم نے، آپ کی تربیت نے آپ کے حوصلوں نے اور آپ کے جرأت مندانہ فیصلوں نے ہمیں کامیابیوں کے یہ خوبصورت منظر دکھائے، عرشِ رحمٰن کے نیچے جگہ ملی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ملا، استاد جی! یہ سب آپ کی قربانیوں کا صدقہ ہے، استاد جی! یہ لیجئے بارگاہِ ربّ کے مقرب فرشتے تمہاری جرأتوں، کامرانیوں، جہادی مشن میں کامیابیوں پر تمہاری دستار بندی کرنا چاہتے ہیں۔

یقیناً اس موقع پر محدثِ جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بھی تشریف فرما ہوں گے، اپنے عظیم فرزندِ جلیل کی یہ مقبولیت، محبوبیت اور مرجعیت دیکھ دیکھ کر ربّ کا شکر ادا کر رہے ہوں گے، وہ دیکھو انہیں بھی لایا جارہا ہے، اور عالمِ آخرت کے تمام ارواح اور ملائکہ انہیں آفرین کہتے ہوئے تبریک کہہ رہے ہیں اور پوری فضا گونج رہی ہے کہ واہ مولانا واہ! تم نے جو بیٹا جنا تھا وہ واقعتاً الولد سر لابیہ کا سراپا تھا۔ وہ ۸۲ر سال کی عمر میں تمنائے شہادت لے کر وصلِ محبوب کے لئے ہمیشہ گنگناتے رہے ......

یہ آنسو بے سبب جاری نہیں ہے
مجھے رونے کی بیماری نہیں ہے
چمن میں کیوں چلوں کانٹوں سے بچ کر
یہ آئینِ وفاداری نہیں ہے
وہ آئیں قتل کو جس روز چاہیں
یہاں کس روز تیاری نہیں ہے

مفتی ذاکر حسن نعمانی*

پاکستانی ذمہ داروں کی ذمہ داری

پاکستان کا مطلب کیا: ''لااله الا الله''، ایک ایسا دلکش اور اسلامی نعرہ تھا کہ جس کے لیے بے شمار لوگوں نے مالی اور جانی قربانیاں دیں، جس کے نتیجے میں پیارا وطن اسلامی جمہوریہ پاکستان وجود میں آیا۔ اپنا آزاد وطن ایک بہت بڑی سیاسی نعمت ہے، نعمت میں شکر کا امتحان ہوتا ہے، اپنا وطن چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی اذیتوں سے تنگ آکر بادل ناخواستہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے مکہ کو چھوڑا تھا لیکن بالآخر مکہ کو فتح کر کے دم لیا اور مکہ مکرمہ دارالاسلام بن گیا۔ کفار کو بھی اپنا وطن اور حکومت پیاری اور عزیز ہوتی ہے اس لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ فرعون کو کسی نے پیشین گوئی کردی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری سلطنت جاتی رہے گی، اس لیے اس نے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرنا شروع کردیا۔ معلوم ہوا کہ اپنا وطن اور حکومت سب کو پیاری ہوتی ہے۔

انگریزوں کے منصوبوں کو خاک میں ملانے والے مردمیدان

مضبوط اور صحیح حکومت کے بغیر ملک وملت کا منظم اور مستحکم ہونا ناممکن ہے۔ سیاسی زوال بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اسپین اور ہندوستان کی تاریخ سب کے سامنے ہے، انگریز ہندوستان کو اسپین بنانا چاہتے تھے لیکن ہندوستان میں کچھ ایسے دوراندیش اور مخلص علماء ومشائخ تھے، جنہوں نے ان کے مشن کو ناکام بنادیا۔ اول انگریزوں سے جہاد کیا مثلاً شاملی کا جہاد، جس میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حافظ ضامنؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے حصہ لیا۔ حافظ ضامن شہید ہوگئے۔ اس کے بعد ۱۹۶۴ میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے دیگر ہم خیال اور مخلص رفقاء نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ جس نے صرف ہندوستان نہیں بلکہ پوری دنیا کی تقدیر بدل دی۔ دیوبند سے تبلیغی جماعت جیسی عالمگیر دعوتی اور اصلاحی جماعت نکلی۔ جس کے دینی اثرات اور برکات پوری دنیا میں

---

* استاذ حدیث وتخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

جاری وساری ہیں۔ بڑی بڑی خانقاہیں وجود میں آگئیں، جس سے لوگوں کی اصلاح ہورہی ہے۔ دنیا کے حصہ میں اور خاص کر برصغیر میں ہرطرف دینی مدارس کا جال بچھا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے دین قائم ودائم ہے۔ ہندوستان سے انگریزوں کو سیاسی شکست کے ساتھ علمائے دیوبند نے نکالا، روس جیسی سپر پاور کو جہادی شکست کے ساتھ افغانستان سے علمائے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے نکالا، جس کے نتیجے میں روس جیسی مضبوط ترقی یافتہ حکومت پاش پاش ہوگئی۔

تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں علماء کا کردار

علمائے دیوبند کی سیاسی جدوجہد کی وجہ سے تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کامیاب ہوئی۔ جس کے نتیجے میں پیارا وطن پاکستان بنا، جس کی بناء میں اسلام کا نام استعمال ہوا۔ یہ ایک نظریاتی ملک ہے۔ نظریہ کے نفاذ اور تحفظ کے لیے وطن اور ملک کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام ملی سیاست کرتے تھے، یعنی ایک خاص اسلامی نظریہ کے تحت ملت کو متحد کرتے تھے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ ملی سیاست کے لیے کوئی نہ کوئی جگہ ہونی ضروری ہے جس کو اسلامی سیاست اور اسلامی استحکام کی وجہ سے اسلامی ملک کہتے ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلامی نظریاتی حدود کے تحفظ اور بقاء کے ساتھ ملک کے جغرافیائی حدود کا تحفظ اور بقاء ضروری ہوتا ہے۔

تحریک پاکستان اور نعرہ لا الہ الا اللہ

تحریک پاکستان کے وقت لا الہ الا اللہ کا جو نعرہ لگا اس کے نفاذ کے لیے جس الگ خطہ کی ضرورت تھی، اس کا نام پاکستان رکھا۔ معلوم ہوا کہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ اسلامی نظریات ہوں یا کوئی اور نظریہ ہو بہرحال نظریات کے تحفظ کے لیے جغرافیائی حدود کا تعین اور وجود ضروری ہے۔ اسی طرح جغرافیائی حدود کے تحفظ اور بقا کے لیے نظریات کا تحفظ ضروری ہے جو قوم اپنے نظریات کا تحفظ اور بقاء کی فکر نہیں کرتی وہ ملک دشمن کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے اور قوم غلام بن جاتی ہے۔ جغرافیائی سرحدات کے تحفظ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (ال عمران:۔۲۰۰)

''اے ایمان والو (تکالیف پر) خود صبر کرو اور (جب کفار سے مقاتلہ ہوتو) مقابلہ میں صبر کرو اور (احتمال جنگ کے وقت) مقابلہ کے لیے مستعد (ریڈی) رہو۔ اور (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (اور حدود شرع سے نہ نکلو) تاکہ تم پورے کامیاب ہو جاؤ۔''

مرابط اور رباط کا معنی ہے دارالاسلام (اسلامی حکومت) اور دارالکفر (کافرحکومت) کی سرحدات (Boundries) پر دارالاسلام کی حفاظت کے لیے ہمیشہ موجود رہنا۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ آرمی (فوج) کی دو بنیادی ذمہ داریاں ہیں: بیرک اور باؤنڈری جس کو Two Bees بھی کہتے ہیں۔ ایک بی (B) باؤنڈری کے لیے اور دوسرا بی (B) بیرک کے لیے۔

سرحد کی حفاظ پر مقرر فوجی کی فضیلت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں ایک دن رباط (سرحد کی چوکیداری) تمام دنیا ومافیھا سے بہتر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک دن رات کا رباط ایک مہینہ کے مسلسل روزے اور تمام شب کی عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے۔ اور اگر وہ اسی حال میں مر گیا تو اس کے عملِ رباط کا روزانہ ثواب ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا۔ گویا یہ صدقہ جاریہ ہے۔

نظریاتی سرحدات کی حفاظت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج: ٤١)

''یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔''

اس آیت میں اسلامی ریاست کے بنیادی اغراض ومقاصد کا ذکر ہے، ان بنیادی باتوں کا نفاذ اور حفاظت حکمرانوں کا فریضہ ہے۔ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے کہ عادل بادشاہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان بادشاہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی حاکم ہے، حکومت کرتے ہیں اور اپنے نیک بندے کو بھی اپنے بندوں پر حکومت کا موقع اور اختیار دیتے ہیں۔

الحاصل سرحدات کا تحفظ اور جہاد فوج کا کام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ریگولر آرمی (باقاعدہ تنخواہ دار فوج) بنائی تھی۔ اسلامی نظریات کا تحفظ علماء کا کام ہے ان دونوں جماعتوں (فوج اور

علماء) کی اہمیت اور ذمہ داری کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبۃ:۱۲۲)

''اور (ہمیشہ کے لیے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہیے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں (کہ اسمیں بعض اوقات مسلمانوں کا ضرر ہے) سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ انکی ہر بڑی جماعت میں ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کریں۔ (کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں) تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ (رسول اللہ کے وقت میں آپ سے اور آپ کے بعد علماء شہر سے) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ اپنی (اس) قوم کو (جو جہاد میں گئے ہیں) جب کہ وہ ان (علماء وطلباء) کے پاس آویں (دین کی باتیں سنا کر خدا کی نافرمانی سے) ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں) احتیاط رکھیں۔''

اس آیت میں ملک کے لیے سب سے زیادہ مفید اور اہم طبقوں کا ذکر ہے ،فوج اور علماء۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ میں اشارہ ہے کہ یہ دونوں طبقے مسلمان ہوں گے۔فَلَوْ لَا نَفَرَ میں ریگولر آرمی کی طرف اشارہ ہے۔لِّيَتَفَقَّهُوْا میں علم دین حاصل کرنے والے طلبہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ طلبہ جس سے علم دین سیکھیں گے وہ علماء اور مدرسین ہیں اور یہ سیکھے سکھانے کا عمل جہاں ہوتا ہے اس کو مدرسہ کہتے ہیں ۔ جہاد سے واپسی کے بعد فوجیوں کو علماء وطلباء دین کی باتیں سنا کر خدا کی نافرمانی سے ڈرائیں گے۔اس آیت میں جہاد اور علم دین کے بارے میں بڑا واضح حکم موجود ہے۔

ملکی سرحدات کی حفاظت اور دشمن سے لڑنے والوں کیلئے ہر ملک میں تین قسم کی فوج ہے۔

بری فوج (Army) بحری فوج (Navy) اور ہوائی فوج (Air force) اور نظریاتی سرحدات اور دین کی حفاظت کیلئے دینی مدارس ہیں ۔ یہ دونوں شعبے لازم وملزوم ہیں ۔ ملک کو صحیح اسلامی نہج پر چلانے کے لیے مختلف طبقات کی ضرورت ہے لیکن مذکورہ دوطبقات کی زیادہ ضرورت ہے۔

پاکستان ایک عجیب اسلامی ملک ہے، ساری دنیا کی نظریں اس پر جمی ہوئی ہیں ۔ اسلامی دنیا میں الحمداللہ سب سے مضبوط ملک ہے ۔ اس کی جغرافیائی اور نظریاتی حفاظت ہر پاکستانی کا فریضہ ہے۔ مخالف قوتیں بڑی تیزی اور ہوشیاری کے ساتھ اس ملک کی اہم اور ضروری قوتوں کی آپس میں

اختلاف پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کررہی ہیں ۔ پاکستانی ذمہ دار قوتوں کو بھی بڑی عقل مندی اور حکمت عملی سے کام لینا ہوگا۔ میرے خیال کے مطابق ہر ملکی اہم فیصلہ کے لیے چار طبقات کا آپس میں مشورہ ضروری ہے۔

(۱) فوجی قیادت (۲) ملکی قیادت (حکمران اورسیاستدان)

(۳) ادارتی قیادت (بیورکریسی) (۴) دینی قیادت (علماء اورفقہاء)

ان چار طبقات سے مشورہ اور میٹنگ میں شامل ہونے والے افراد میں اہلیت ،تجربہ اوراخلاص کے علاوہ تین اوصاف کا ہونا ضروری ہے: (۱) حکمت (۲) شجاعت (۳) عدالت

حکمت کی وجہ سے فیصلے اعلیٰ ہوں گے، شجاعت کی وجہ سے فیصلے کرنا آسان ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسویٰ کا خوف نہیں ہوتا اورعدالت کی وجہ سے فیصلے مبنی برانصاف ہوتے ہیں، یعنی اپنوں کے علاوہ غیروں کو بھی انصاف ملتا ہے۔

ملک کو چلانے والوں کی ذمہ داریاں

علاوہ ازیں ملکی اداروں کو چلانے والے ذمہ داروں کا فریضہ ہے کہ اپنے اپنے ادارہ اورشعبہ میں دینی اداروں سے شرعی رہنمائی لیا کریں تا کہ ادارہ صحیح نہج پر کام کرسکے۔ بدقسمتی سے آج مسلمان روزہ ، زکوۃ ،اورحج وغیرہ میں شرعی رہنمائی حاصل کرتا ہے لیکن حکومت ، عدالت ، سیاست ،وکالت اورمعیشت وغیرہ میں شرعی رہنمائی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے تمام ملکی ادارے غیراسلامی بن گئے ہیں ۔ ہرطرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، یہ ادارے اسلام کی روشنی سے خالی ہیں ۔ ہرادارے کا ہرفرد عالم نہیں بن سکتا ،صرف ادارہ چلانے کی انتظامی اہلیت ضروری ہوتی ہے لیکن ادارہ میں شرعی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے ۔اس لیے علماء اورفقہاء سے پوچھنا ضروری ہے ۔معلوم ہوا کہ اسلامی ملک میں مدرسہ اورعلماء ہرطبقہ اور ہرادارہ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیاوی ادارے کام اورکردار میں تو سب الگ الگ ہیں لیکن دین سب میں قدر مشترک ہے ۔اس کی ہرفرد اورادارہ کو ضرورت ہے جس کی وجہ سے مدارس دینیہ اورعلماء فقہاء کا وجود ضروری ہے ۔ گویا یہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ دیگر عصری اداروں کے قیام کے ساتھ مدارس دینیہ جیسے اہم اداروں کو قائم رکھنے کی خاطر بھرپور توجہ دے تا کہ ملک ہرلحاظ سے کامل اوراکمل ہوجائے۔

جناب سید جاوید انور
معروف کالم نگار

مصر کے سابق صدر محمد مرسی مرحوم کی شہادت

مصر کے منتخب صدر اور اخوان المسلمون مصر کے رہنما پروفیسر انجینئر ڈاکٹر حافظ القرآن محمد مرسی عیسی العیاط شہید کر دیئے گئے۔اس شہادت کی خبر مجھے اس وقت ملی ہے جب دل پہلے سے بہت زخمی ہے اور جذبات کا موسم چل رہا ہے جو اس بار طول پکڑ چکا ہے۔زندگی کے کئی موڑ اور کئی ماہ و سال کے بعد ایک موسم ایسا آتا ہے جس کو ہم جذبات کا موسم کہتے ہیں۔اس موسم میں غموں کی تپش بہت بڑھ جاتی ہے۔یہ غم غلطیوں کا، گناہوں کا، منزل کی طرف سفر میں سست روی کا، حالات کے جبر کا اور اپنی بے بسی کا ہوتا ہے۔ان غموں کی تپش سے جسم کے اتھاہ سمندر سے بھاپ اٹھنا شروع ہوتی ہے جو بادل بن کر دل پر جمع ہوتی ہے۔یہ بادل کبھی پھوار، کبھی رم جھم برکھا اور کبھی موسلا دھار بارش کی شکل میں آنکھوں سے نمودار ہوتا ہے۔اس جذبات کے موسم کا آنا بھی ضروری ہے کہ اس سے دل دھل کر صاف اور شفاف ہو جاتا ہے۔اردو کے کالم میں دل کا زور بہت لگتا ہے اس لیے بہت دنوں سے اردو میں خامہ فرسائی کی ہمت نہیں ہوئی۔

گزشتہ دو کالم تعزیتی کالم ہی تھے اور اب موت پر لکھی تیسری تحریر ہے۔یعنی تعزیتی ہیٹ ٹرک ہے۔محمد مرسی کی شہادت پر مجھے کوئی غم نہیں بلکہ رشک ہے، ہر وہ شخص جس کا مطلوب ہی شہادت ہو اس شہادت پر رشک کرے گا۔ہاں! البتہ مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ شیطان وقت مصر کے فرعون پر کنکریاں نہیں پھینکی گئیں۔اب ہر سال کئی ملین حاجی مکہ جاتے ہیں اور شیطان کی طرف اربوں اور کھربوں کنکریاں پھینکتے ہیں۔اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی عبادت میں نھی عنی المنکر کی جو مشق کرائی تھی وہ اب ایک نری رسم، بے مقصد اور بے روح مشغلہ بن کر رہ گئی ہے۔ برائیاں سلطنت پر سلطنت قبضہ کرتی چلی گئیں اور اچھائیوں نے اپنے کو سمیٹ کر مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں میں مقید کر لیا۔اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی سنت امر بالمعروف اور نھی عنی المنکر سے روگردانی پر ذلت، مسکنت، غلامی، بیچارگی پھیلتی جا رہی ہے، ممالک

اسلامیہ سرنگوں، ان کے شہر سقوط اور ان کے باسیوں کی لاشوں سے گھر، شہر، کھیت کھلیان، دریا اور پہاڑ اٹے جاتے ہیں...... ظالم کے ہاتھ روکنے والا تو دور کی بات ہے ظلم کو ظلم کہنے والا بھی کوئی نہیں۔ مسلم امت کا حال یہ ہے کہ ان کو رونا بھی نہیں آ رہا۔

امریکی فوجی مسلم ممالک میں جا جا کر مسلمان مرد، عورتوں اور بچوں کا قتل عام کرتے ہیں اور انہیں میں سے کچھ تائب ہو کر خوب روتے ہیں اور رونے کا حق بھی وہی ادا کرتے ہیں۔ جب انسان ہر قسم کے مفادات اور تعصّبات (شخصی، قومی، نسلی، لسانی، علاقائی، مسلکی، و مذہبی) سے بالا تر ہو جاتا ہے تو دل کی ہر دھڑکن کہہ دیتی ہے کہ کیا کرنا کیا مت کرنا۔ کسی نے پاکستان کے بڑے بڑے عالم دین، محبوب اور عاشق رسول کے ایک ایک دعویداروں اور بڑے بڑے نام لے لے کر بتایا ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے چھوٹے منہ بھی محمد مرسی کی شہادت پر ایک لفظ نہیں کہا۔ میں کسی کا نام نہیں لے رہا کہ ہمارے اکثر قارئین ان میں سے کسی نہ کسی کے تقدس کا جامہ اوڑھے ہوئے اور ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوں گے۔

تاہم مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ یہ خاموشی دراصل نشانی ہے اس بات کی کہ گردنوں کی فصل کٹنے کے لیے تیار ہے۔ ۱۸۵۷ء تو محدود تھا برصغیر تک۔ اکیسویں صدی میں یہ عالمی فصل ہے۔ حق گوئی اور امر بالمعروف اور نھی عنی المنکر سے کوتاہی کا خدائی تازیانہ سخت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہیں لازم ہے کہ نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اور بدکار کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے حق کی طرف موڑو ورنہ اللہ تمہارے دلوں پر ایک دوسرے کا اثر ڈال دے گا یا تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان لوگوں پر کی تھی (اشارہ ہے یہودیوں کی طرف)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بہت مشہور ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ اسے ہاتھ سے روکے، اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے برا سمجھے اور روکنے کی خواہش رکھے، یہ ایمان کا ضعیف ترین حصہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاتھ، زبان اور دل سے کن لوگوں کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ دوسروں کے حق مارنا، باطل کی حمایت کرنا، حق وصداقت کو دبانا، کمزوروں اور ضعیفوں کو ستانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور یہ ایسے ہی دوسرے تمام خلافِ انسانیت، خلافِ عقل اور خلافِ فطرت اعمال منکر ہیں اور ان سے خود احتراز کرنا اور دوسروں کو باز رکھنا نھی عن المنکر ہے۔

عرب کی بہار (Arab Spring) سے میں ذرا بھی متاثر نہ تھا۔ مجھے پہلے دن سے احساس تھا کہ

یہ عرب کا خزاں ہے، اس میں سارے پتے جھڑ جائیں گے اور اب کے برس بہار کا موسم نہ آئے گا۔ جس نے بھی امپریلزم اور امپریل طاقتوں (سامراج) کا معمولی مطالعہ بھی کیا ہے وہ یہ جان لے گا کہ وعدہ خلافیوں کو ترس جائے گا یقین راتوں کو انتظار کا موسم نہ آئے گا صدام حسین کے درخت کو گرانے کے بعد کئی درخت اور تھے جن کا گرانا عظیم اسرائیل (Greater Israel) کے قیام اور اسرائیل کی ایک دنیا (One World) کے لیے اب ضروری ہو گیا تھا کیونکہ وہاں اب تحریکات اسلامی کے لیے راہ ہموار ہو چکی تھا اور اسرائیل و امریکا کو اس سے پہلے حالات کو ایک اور رُخ پر موڑنا تھا۔ مسلم عرب اور مسلم افریقہ؛ تیونس، لیبیا، مصر، یمن، شام، بحرین، مراکش، الجزائر، لبنان، اردن، کویت، عمان اور سوڈان میں مستقل مظاہروں سے ایک طوفان کھڑا کیا گیا۔ مغربی تعلیم یافتہ نوجوان جو مغرب کی آزادی جمہوریت اور ترقی کے جال میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے، ان کو متحرک کر دیا گیا تھا۔

مصر میں سیکولر اور لبرل نوجوانوں نے اس تحریک کا آغاز کیا۔ چونکہ حسنی مبارک کی آمریت سے لوگ عاجز اور بیزار تھے اس لیے یہ تحریک تیزی سے مقبول ہوتی چلی گئی۔ اخوان المسلمون شروع میں عرب بہار کی تحریک میں نہیں آئی تھی لیکن جب انہیں احساس ہوا کہ یہ تحریک غلط ہاتھوں میں چلی جائے گی تو وہ بھی اس میں شامل ہو گئی۔ اخوان المسلمون مصر کی واحد منظّم تنظیم تھی اس لیے وہ قاہرہ کے تحریر اسکوائر کے مظاہروں پر مکمل کنٹرول سنبھال چکی تھی۔

اسرائیل اور امریکا کا منشا یہ تھا کہ مصر کے اپنے بڑھے دوست حسنی مبارک کو ہٹا کر ایک جوان سیکولر اور لبرل جمہوریت قائم کی جائے۔ مقصد مسلم دنیا میں انتشار، انارکی، طوائف الملوکی کو پیدا کرنا اور ابھرتی ہوئی اسلامی احیائی تحریکوں کو دبانا تھا۔ مصر کے عام انتخاب میں اخوان المسلمون کی کامیابی نے ان کے پروگرام کو ناکام بنا دیا تو اسرائیلی منصوبہ، امریکی حکمت عملی اور سعودی عربیہ کے سرمایہ کو بروئے کار لاکر اس حکومت کو السیسی (وزیر دفاع) کی سربراہی میں فوج کے ذریعہ ہٹا دیا گیا۔ اور اس طرح اخوان المسلمون کی طاقت کو ایک بار پھر کچل دیا گیا۔ اس سے قبل ۱۹۶۶ء میں فوج کے جمال عبدالناصر نے اخوان المسلمون کو اسی طرح کچلا تھا۔ بقول نعیم صدیقی مرحوم حضورؐ کی سپاہ کی ایک اور صف الٹ گئی۔

ڈاکٹر انعام اللہ*

''وحدت انسانیت'' کے تصور پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تفسیر، جمہور مفسرین کے نقطۂ نظر سے تحقیقی مطالعہ

Abstract

The two verses of the Holy Qur'an (Al-Baqara 2:213, Yunus 10:19) proclaim that all mankind were once a single community. Later on, differences emerged amongst them and it was in order to resolve these differences that Allah sent prophets. However there are several possibilities in the semantics and synatax of the verse from Sura al Baqara which paved the way for dominant majority (جمہور) of exegetes in suggesting difference possible views and opinions in the interpretation of the verse and have weighed one of those possible views. Based on these possibilities, a few modern exegetes have interpreted it in a unique way which has no precedent in the interpretations of the dominant majority (جمہور) of exegetes. Hence a comprehensive study of the views and opinions and explanations of exegetes in the interpretation of this verse has been conducted in order to bring forth the views of dominant majority of exegetes, the preponderant view / interpretation and reasons for weighing it. It has been concluded in the current research study that the interpretation adopted by the dominant majority of exegetes is the accurate interpretation of the verse.

مقدمہ:

متعدد آیات قرآنیہ میں انسانیت کے ''امت واحدۃ'' ہونے کے تصور کو مختلف حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں ایک آیت کریمہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس کی تفسیر میں ایک سے زیادہ احتمالات ہیں۔ جن کو جمہور مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کے اقوال اور اسالیب کا جامع مطالعہ کیا جائے، تاکہ آیت کریمہ کی راجح تفسیر اور مفہوم سامنے

* چیف ریسرچ آفیسر/ ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ)، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

آ سکے۔ زیر بحث مقالہ میں اس تحقیقی مطالعہ کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔ مقالہ ایک مقدمہ، تمہید، تین مباحث اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

تمہید

''امت واحدۃ'' کے تصور پر مشتمل دو آیات کریمہ

قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں وحدت انسانیت کے موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک آیت کریمہ سورۃ بقرۃ کی آیت ۲۱۳ ہے، جس میں بیان کیے گئے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ تمام انسان امت واحدۃ تھے، بعد میں اختلاف واقع ہوا، اللہ تعالیٰ نے بعثت انبیاء کا سلسلہ شروع فرمایا، تا کہ وہ اختلافی امور میں فیصلے کریں۔ عربی الفاظ وتراکیب میں معانی کثیرہ اور مدلولات متعددہ کا احتمال برقرار رہتا ہے۔ اس مسلمہ اصول کے تناظر میں جمہور مفسرین نے سورہ بقرۃ کی آیت میں ایک سے زائد تفاسیر کا احتمال ظاہر کیا ہے، بعض معاصر مفسرین نے احتمالات کا سہارا لے کر وحدت انسانیت کے جذبے کے تحت کچھ نئی آراء اختیار کیں۔ اس قسم کی آراء کا اس وقت زیر بحث لانا مقصود نہیں، تاہم اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ پہلے مرحلے میں جمہور مفسرین کے اقوال کا احاطہ کیا جائے تا کہ آیت کریمہ کا درست مفہوم متعین ہو سکے، اس مقالہ میں پہلے دونوں آیات کریمہ اور ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

پہلی آیت کریمہ

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ. (۱)

(تھے سب لوگ ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ) (۲)

دوسری آیت کریمہ

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّاأُمَّةً وَاحِدَةً فَاختَلَفُوا وَلَولَا كَلِمَةٌ سَبَقَت مِن رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيَنهُم فِيمَا فِيهِ يَختَلِفُونَ (۳)

(اورلوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہوگئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہوچکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہوجاتا ان میں جس بات میں کہ اختلاف کر رہے ہیں)(۴)

پہلی بحث: مفردات کی لغوی ونحوی تشریح

لفظ "کان" کا لغوی مدلول، زمانہ ماضی میں وقوع فعل:

لفظ "کان" فعل ماضی ہے، جو "کان" مصدر بمعنی ''ہونا'' سے مشتق ہے۔فعل ماضی ہونے کی حیثیت سے "کان" کا لغوی معنی ومدلول ''زمانہ ماضی میں مطلقا فعل واقع ہونا'' ہے۔امام قرافی رقمطراز ہیں:

وأما "كان" فأصلها أن تكون فی اللغة كسائرالأفعال......وقد كان ذلك متكرراً منه فی الزمن الماضی (۵)

(جہاں تک کان کا تعلق ہے، تو اصل یہ ہے، کہ یہ ازروئے لغت یہ تمام افعال کی طرح زمانہ ماضی میں مطلقاً وقوع فعل پر ہی دلالت کرتا ہے، عام اس سے کہ بعد میں فعل مکرر واقع ہو یا نہیں، منقطع ہوا ہو یا نہیں۔ یہ اس کا لغوی مدلول ہے، تاہم عموماً جب کہنے والا کہہ دے: كان فلان يتهجدبالليل ''فلاں رات کو تہجد پڑھتا تھا'' تو یہ کہنا اس وقت مناسب ہوتا ہے جب ماضی میں یہ عمل مسلسل جاری رہا ہو)

کان کا مدلول مجازی دوام واستمرار

لفظ کان کا ایک دوسرا معنی اور مدلول'' دوام واستمرار'' ہے، یعنی ایسی حالت پر دلالت کرنا جو زمانہ ماضی، حال واستقبال تینوں میں دائم ومستمر رہتی ہے، تاہم یہ کان کا مجازی معنی ہے۔امام قرافی لکھتے ہیں:

وأماقوله تعالی:»وكان الله غفوراً رحيماً (۶)

وكان الله بكل شيءٍ عليماً (۷)

فدلت قرينة ...... فيكون إطلاقه العموم عليه مجازاً (۸)

(جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس قول وكان الله غفورًا رحيمًا اور وكان الله بكل شيءٍ عليمًا کا تعلق ہے، تو قرینہ اس بات پر دلالت کررہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کے ساتھ ہمیشہ کے لیے موصوف ہیں،

اس معنی کے کہ یہ حالت ماضی، حال اور استقبال تینوں میں مستمر ہے، بر خلاف ہمارے اس قول کے: کنانفعل کذا یا کان زید یفعل کذاکے، کہ یہ صرف زمانہ ماضی میں کام کے مکرر ہونے کو شامل ہے، یہ سب معانی لغوی معنی سے زائد ہیں، لغت میں اس کلمہ میں عموم نہیں ہے۔ یہی ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ اس لفظ میں عموم کا فائدہ نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ازروئے عرف عموم کا فائدہ دیتا ہے، اور عموم سے مراد یہ ہے کہ سابقہ طریقے کے مطابق تکرار ہو، جو عموم نہیں ہے، پس اس پر عموم کا اطلاق مجازاً ہے)

حاصل یہ ہوا کہ کان کا لغوی حقیقی مدلول ''زمانہ ماضی میں وقوع فعل'' ہے اور اگر کان فعل مضارع پر داخل ہو، تو ماضی استمراری کے طور پر ''ماضی میں وقوع فعل کے تکرار'' پر دلالت کرتا ہے جبکہ بشرط قرینہ بطور مجاز کبھی مطلقاً دوام واستمرار پر بھی دلالت کرتا ہے۔

لفظ أمة کی لغوی واصطلاحی تحقیق

''أمة'' کا صل اور مادہ ''أ،م،م'' ہیں جس کا لغوی معنی ہے، قصد اور ارادہ کرنا أَمَّ یا اَمَّ أَمًّا ارادہ کیا۔ شاعر کہتا ہے:

فلم أجبن ولم أنكل ولكن يممت بهاأ با صخرو بن عمرو (۹)

(میں بزدل ہوا اور نہ میں نے انکار کیا لیکن میں نے اس بات کے ذریعے ابوصخر بن عمرو کا ارادہ کیا)

باب تفعل سے بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، حضرت کعب کی روایت میں ہے: فانطلقت أتأمم رسول الله (۱۰) (میں چلا حضور علیہ السلام کا قصد کرتے ہوئے) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (۱۱) (تو ارادہ کرو زمین پاک کا)(۱۲)۔ اہل لغت کا اتفاق ہے کہ تیمّم اس لیے تیمّم کہلاتا ہے کہ تیمّم کرنے والا مٹی کا قصد وارادہ کرکے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرتا ہے۔ علم الصرف کے قاعدے کے مطابق یہ لفظ اصل میں تأمم تھا ہمزہ کو یاء کے ساتھ تبدیل کرکے تیمّم ہوگیا۔ اسی مناسبت سے رہنمائی کے معنی میں بھی یہ مادہ استعمال ہوا ہے، کہا جاتا ہے: جَمَل مِئَمّ وَنَاقَةَ مِئَمَّةَ (رہنمائی کرنے والا اونٹ اور رہنمائی کرنے والی اونٹنی) یعنی وہ اونٹ یا اونٹنی جو اونٹوں کی قطار میں سب سے آگے ہو اور میں پیچھے آنے والے دیگر اونٹ اس کی رہنمائی میں چلتے ہوں، اس لیے کہ رہنمائی کرنے والا قاصد ''ارادہ کرنے والا'' ہوتا ہے۔(۱۳)

''اُم،مَّ'' سے بننے والے الفاظ اوران کے معانی

اس مادے سے لفظ أمة بنا بنا ہے جس کے متعدداوزان اورمختلف معانی ہیں: چنانچہ الْأُمَّةُ: ہمزہ کے ضمہ اورمیم کی شد کیساتھ حسب ذیل آٹھ معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔☆ دین اورطریقہ، قول باری تعالیٰ ہے: اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ (۱۴) (ہم نے تو پایا اپنے باپ دادوں کوایک راہ پر)(۱۵)☆ الرجل الجامع للخير (اچھے اوصاف کی جامع شخصیت) اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیۡفًا (۱۶) (اصل میں تو ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا فرمانبردار اللہ کا سب سے ایک طرف ہو کر)(۱۷)☆ امام، یعنی ابراہیم علیہ السلام امام تھے☆ادیان باطلہ کے برخلاف دین حق پر قائم رہنے والا، متذکرہ بالا آیت میں تینوں تفسیریں کی گئیں ہیں ☆ نبی کی امت، یعنی لوگوں کی وہ جماعت، جن کی طرف رسول مبعوث کیا گیا ہو، خواہ وہ لوگ نبی پر ایمان لایں یا کفروانکار کے مرتکب ہوں ☆نسل، یعنی ہر قبیلے کی ایک نسل ☆جنس حیوان، یعنی انسانوں کے علاوہ حیوانات کی الگ الگ جنس، اس معنی کر یہ حدیث نبوی ہے:

لولا أن الكلاب أمة من الأمم لأمرت بقتلها (۱۸)

(اگر کتے حیوانوں کی اجناس میں سے ایک جنس نہ ہوتے تو میں ان کے مارنے کا حکم دیتا)

قرآن مجید کی آیت میں امم کا لفظ اس معنی پر محمول ہے:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرۡضِ وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيرُ بِجَنَاحَيۡهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمۡثَالُكُم (۱۹)

(اورنہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے بازوؤں سے
مگر ہرایک امت ہے تمہاری طرح)(۲۰)

☆ الحین یعنی وقت ☆ بمعنی الأم، یعنی ماں، قصد ہی کے معنی سے ماخوذ ہے، فصیح لغت کے مطابق اسی مناسبت سے الام(ماں) کی جمع امہات"بزیادۃالھاء آتی ہے، اگرچہ ضعیف لغت کے مطابق ''آمات'' بھی جمع آتی ہے۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ ''امہات'' ذوی العقول کے لیے اور ''آمات'' غیر ذوی العقول کے لیے ہے، یا اس کے برعکس۔ پھر الأم کا معنی جس طرح ''ماں'' ہے☆ہر وہ چیز جس کے ساتھ دیگر اشیاء یا انضمام یا جوڑ ہو۔اس معنی کے ام القری کا اطلاق '' مکہ مکرمہ'' پر کیا گیا ہے اس لیے کہ: (أ) مکہ مکرمہ زمین کا مرکزی نقطہ ہے(ب) قبلہ ہے تمام لوگ اس کا قصدوارادہ کرتے ہیں۔(ج) تمام بستیوں میں عظیم الشان ہے۔(د)زمین کی اصل وجوہر ہے، جہاں سے تمام زمین پھیلائی گئی ہے۔

(ھ) تمام لوگ ہر سال حج کی ادائیگی کے لیے وہاں جمع ہوتے ہیں۔ام الکتاب کا اطلاق، سورہ فاتحہ، لوح محفوظ یا پورے قرآن پر اسی مناسبت سے کیا گیا ہے۔(۲۱)

حاصل یہ ہے کہ لفظ "أمة" أَمَمتُ کَذَا (میں نے فلاں کام کا ارادہ کیا) سے ماٴخوذ ہے، اس معنی کر "اُمۃ" کا معنی ہے، وہ جماعت جس کے افراد ہم مقصد ہوں۔فرد واحد پر بھی لفظ "اُمۃ" کا اطلاق ہوتا ہے اس مناسبت سے کہ اس کا مقصد اکیلا ہو، دیگر لوگوں کے مقصد سے ہٹ کر ہو،قس بن ساعدہ کے متعلق ارشاد نبوی:

يَرحَمُ اللّٰهُ قُسَّ بنُ سَاعِدَةَ إِنّي لَأَرجُو أَن يُبعَثَ يَومَ القِيَامَةِ أُمَّةً وَحدةً "(۲۲)

(اللہ قس بن ساعدہ پر رحم کرے، مجھے امید کہ وہ قیامت کے دن اکیلے اٹھایا جائے گا)

میں یہی معنی مراد ہے۔

لغوی ونحوی تحقیقات کی روشنی میں آیت کی تفسیر

آیت کریمہ میں فعل ناقص کان میں دواحتمال ہیں۔

پہلا احتمال: کان اپنے معنی لغوی حقیقی (زمانہ ماضی میں وقوع فعل) پر محمول ہے، ترجمہ ہوگا: سب لوگ "اُمت واحدۃ" تھے۔دوسرا احتمال: کان معنی مجازی (استمراری طور پر خبر کا اسم کے لیے ثبوت) پر محمول ہے، ترجمہ ہوگا، سب لوگ "اُمت واحدۃ" ہیں۔آیت کریمہ میں دونوں احتمالات کی صحت کو امام قرطبی نے حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا ہے:

"كَانَ" عَلٰى هَذهِ الْأَقوَالِ عَلَ بَابهَا مِنَ المُضيِّ المُنقَضي...... وَيُحتَمَلُ أَن تَكُونَ "كانَ" لِلثُبُوتِ،۔۔۔فَلَا يَختَصّ كانَ "عَلى هَذَا التَّأْوِيلِ بِالمُضِيِّ فَقَط،بَل مَعنَاهُ مَعنى قَولِهِ: "وَكانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَحيماً" (۲۳)

(پس کان ان تمام اقوال کے مطابق اپنے حقیقی لغوی معنی (زمانہ ماضی میں قوع فعل) پر محمول ہوگا......اور یہ بھی احتمال ہے کہ کان ثبوت واستمرار کیلئے ہو...... اس تاویل پر کان صرف معنی ماضی کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، بلکہ اس کا معنی وکا ن اللہ غفورا رحیماً کی طرح رہے گا)

"الناس" کا مصداق: "الناس" کے مصداق میں متعدد احتمالات ہیں، جس کی تفصیل اس پر مبنی ہے کہ لوگوں

کا ایک ہونا کس اعتبار سے ہے؟! عقیدہ توحید یا باعتبار عقیدہ کفر؟! پہلے احتمال (عقیدہ توحید) پر "الناس" کے مصداق میں پانچ اقوال ہیں۔

(۱) اولاد آدم کی ارواح مراد ہیں، جب ان کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالا اور سب سے وحدانیت کا اقرار کرایا۔

(۲) اکیلے آدمؑ مراد ہے، تمام نسل انسانی کے اصل ہونے کی وجہ سے ان کو "الناس" کہا گیا۔

(۳) آدم وحواء دونوں مراد ہیں، یہ قول دوسرے قول کے قریب ہے۔

(۴) آدم اور نوح علیہم السلام کے درمیان موجود دس نسلیں مراد ہیں۔ یا پھر

(۵) نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار لوگ مراد ہیں۔

دوسرے احتمال (عقیدہ کفر) پر "الناس" کے مصداق میں دو اقوال ہیں۔(۱) نوح علیہ السلام کی بعثت کے وقت موجود لوگ مراد ہیں۔(۲) ابراہیم علیہ السلام کی ولادت وبعثت کے وقت موجود لوگ مراد ہیں۔ یہ تمام (سات) اقوال اس وقت ہیں، جب کان بمعنی ماضی مطلق ہو۔ اور اگر کان استمراری ہو تو: الناس سے مراد "جنس ناس" ہیں یعنی تمام انسان (خلق آدم سے لے کے قیام قیامت تک کے لوگ) مراد ہیں۔ (۲۴)

قرآن مجید میں لفظ "أمةّ" کے استعمالات

(۱) الأمة بمعنی "ملت": قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ میں لفظ " أمة" "ملت" کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور "ملت" سے عقائد اور اصول شریعت مراد ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (۲۵)

(یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے، سب ایک دین پر اور میں ہوں رب تمہارا، سو میری بندگی کرو) (۲۶)

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (۲۷)

(اے رسول! کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا، جو تم کرتے ہو، میں جانتا ہوں اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب، سو مجھ سے

ڈرتے رہو) (۲۸)

(۲) امة بمعنی "جماعت": بعض آیات کریمہ میں امة بمعنی جماعت استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلتكُن مِّنكُم اُمَّةٌ يّدعُونَ إلَى الخَير (۲۹)

(اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف) (۳۰)

وَمِمَّن خَلَقنَا اُمَّة يهدُونَ بِالحَقِّ وَبه يَعدِلُونَ (۳۱)

(اور ان لوگوں میں کہ جن ہم نے پیدا کیا ہے،ایک جماعت ہے کہ راہ بتلاتے ہیں سچی اور اس کے موفق انصاف کرتے ہیں) (۳۲)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جماعت سے مطلق انبوہ اور چند افراد کا مجموعہ مراد نہیں بلکہ ایسی جماعت جس کے افراد کے درمیان ایک ربط اور قدر مشترک ہو، جو ان کو ایک لڑی میں پروئے۔صاحب تفسیر المنار رقمطراز ہیں:

وَلَا تَكُونُ بِمَعنَى الجَمَاعَةِ مُطلَقًا، وأنَّمَا هيَ بِمَعنَي الجَمَاعَةِ الَّذينَ تَربِطُهُم رَابِطَةُ اجتِمَاعٍ يُعتَبَرُونَ بِهَا وَاحِدًا، وَتُسَوِّغُ أَن يُطلَقَ عَلَيهِمُ اسم وَاحِد كَاسمِ الأُمَّةِ (۳۳)

(لفظ "امت" مطلق جماعت کے معنی میں نہیں بلکہ ایسی جماعت کے معنی میں ہے جس کے افراد کو ایک لڑی میں پرونے کے لیےان کے درمیان قدر مشترکہ کے طور پر ایسا رابطہ ہو جس کی بدولت وہ ایک سمجھے جاتے ہوں اور وہی رابطہ ان پر "ام" جیسے ایک اسم کے اطلاق کو جائز بتا رہا ہو)

(۳) "أمة" بمعنی مدت اور وقت: بعض آیات کریمہ میں "أمة" کا لفظ "مدت"، "وقت" اور "سالوں" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَئِن اَخَّرنَا عَنهُمُ العَذَابَ إلَى اُمَّةٍ مَّعدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحبِسُه (۳۴)

(اور اگر ہم روکیں رکھیں ان سے عذاب کو ایک مدت معلوم تک تو کہنے لگیں کس چیز نے روک دیا عذاب کو) (۳۵)

وَقَالَ الَّذِى نَجَا مِنهُمَا وَادَّكَرَ بَعدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُم بِتَاوِيله فَاَرسِلُونِ (۳۶)

(اور بولا وہ جو بچا تھا ان دونوں میں سے اور یاد آ گیا اس کو مدت کے بعد)(۳۷)

(۴) "أُمَّةٍ" بمعنی امام: ایک آیت کریمہ میں "أُمَّةٍ" بمعنی امام مقتدیٰ و پیشوا استعمال ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِبرٰهِيمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا وَلَم يكُ مِنَ المُشرِكِينَ (۳۸)

(اصل میں تو ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا فرمانبردار اللہ کا، سب سے یک طرف ہو کر اور نہ تھا شرک والوں میں)(۳۹)

(۵) "أُمَّةٍ" بمعنی ایک معروف ملت والے: ایک آیت کریمہ میں لفظ "أُمَّةٍ" کا اطلاق کسی ایک پیغمبر کے ماننے والوں اور پیروکاروں کی جماعت پر بھی کیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ (۴۰)

(تم ہو بہتر سب امتوں سے، جو بھیجی گئی عالم میں)(۴۱)

امت کا یہ مفہوم درحقیقت "أُمَّةٍ" بمعنی جماعت سے لیا گیا ہے، تاہم عرف نے اس میں تخصیص کر کے اس مفہوم میں محدود کر دیا۔ عرف عام میں لفظ "أُمَّةٍ" اس معنی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے کہا جاتا "أُمَّة محمدية" اور "الأمم السابقة" وغیرہ۔(۴۲)

دوسری بحث: آیت کریمہ میں تفسیری احتمالات اور اقوال

جمہور مفسرین کے نزدیک زیر بحث آیت کریمہ (البقرة، ۲: ۲۱۳) میں لفظ "أُمَّةٍ" پہلے معنی، یعنی "ملت" کے معنی پر محمل ہے اور اگر "کان" کو بھی پہلے معنی یعنی ماضی مطلق پر حمل کیا جائے جیسا کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے تو آیت کریمہ کا مفہوم صریحی یہ ہو جائے گا کہ ابتدا میں تمام لوگ ایک ملت تھے، ایک ہی طریقے اور دین پر قائم تھے۔ تاہم یہ واضح نہیں کہ وہ طریقہ کیا تھا؟ حق تھا یا باطل تھا؟ امام رازی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

المَسئَلَةُ الثَّانِيَةُ: دَلَّتِ الآيَةُ عَلى أَنَّ النَّاسَ كَانُوا أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنَّهَا مَا دَلَّت عَلى أَنَّهُم كَانُوا أُمَّةً وَاحِدَةً فِي الحَقِّ أَم فِي البَاطِلِ (۴۳)

(آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ لوگ ایک امت تھے، لیکن اس بات پر کوئی دلالت نہیں کی کہ حق میں ایک تھے یا باطل میں؟!)

(آیت کریمہ کے سیاق وسباق اور دیگر قرآئن کو دیکھتے ہوئے مفسرین کرام نے ابتداء تین اقوال ذکر کیے

ہیں: (۱) حق پر ہونے میں ایک تھے۔(۲) باطل پر ہونے میں ایک تھے۔(۳) شرائع عقلیہ پر ہونے میں ایک تھے۔ اور اقوال بھی ہیں مثلاً:۔ (۴) توقف اختیار کیا جائے۔(۵) الناس سے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے اہل کتاب مراد ہیں۔(۶) الناس سے صرف حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ظاہر ہے آخری تین اقوال پر آیت کریمہ کی معقول تفسیر ممکن نہیں، اسی لیے مفسرین نے ان اقوال کو ذکر اگرچہ کیا ہے، تاہم مرجوح قرار دیکر رد کیا ہے اور پہلے تین اقوال کی روشنی میں آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔اس لیے ہم یہاں پہلے تین اقوال سے متعلق تفصیلی مباحث کو مفسرین کے اقوال کی روشنی میں حوالہ قرطاس کرتے ہیں: پہلاقول:"لوگ حق پر ہونے میں ایک تھے"۔

امام رازی رحمہ اللہ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> القَولُ الأَوَّلُ: أَنهُم كَانُوا عَلَى دِينٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الأَيمَانُ وَالحَقّ، وَهَذَا قَولُ أَكثَرِ المُحَقِّقِينَ، (۴۴)
>
> (پہلاقول یہ ہے کہ لوگ ایک طریقے اور دین پر تھے اور وہ دین ایمان اور حق پر ہونا ہے، یہی اکثر محققین کا قول ہے)
>
> اس قول کے مطابق آیت کریمہ کا مفہوم ہے:۔''حضرت آدم کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا ایک مدت تک، اس کے بعد دین میں لوگوں نے اختلاف ڈالا تو خداتعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا، جو اہل ایمان وطاعت کو ثواب کی بشارت دیتے تھے، اور کفر و معصیت کو عذاب سے ڈراتے تھے.....'' (۴۵)

مولانا اشرف علی تھانوی بیان القرآن میں لکھتے ہیں:

> ''ایک زمانہ میں سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے(کیونکہ اول دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی بی بی کے تشریف لائے اور جو اولاد ہوتی گئی ان کو دین حق کی تعلیم فرماتے رہے ،اور وہ ان کی تعلیم پر عمل کرتے رہے، ایک مدت اسی حالت میں گزر گئی۔ پھر اختلاف طبائع سے اغراض میں اختلاف ہونا شروع ہوا حتیٰ کہ ایک عرصہ کے بعد اعمال وعقائد میں اختلاف کی نوبت آ گئی) پھر(اس اختلاف کو دفع کرنے کو اللہ تعالیٰ نے (مختلف) پیغمبروں کو بھیجا'' (۴۶)

اس توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ اختلاف طبائع پر مرتب ہونے والے فاسد اغراض کے حصول کی کوششوں کے نتیجے میں رونما ہونے والا اختلاف، جس نے ابتداء آفرینش سے چلے آرہے دینی وحدت کے سلسلے کو منقطع کردیا تھا، کو ختم کرنے اور تمام انسانیت کو پھر سے عقیدے اور عمل کی دینی وحدت کی طرف لوٹانے کے لیے انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ شروع کردیا گیا، یعنی اختلاف پیش آنے کے بعد انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا گیا انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ جاری رہنے کے نتیجے میں اختلاف پیش نہیں آیا۔ تاہم آیت بقرہ (۲۱۳) کے الفاظ کی ترکیب سے بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ تمام لوگ ایک طریقے پر (امت واحدۃ) تھے تو انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ شروع ہوا اور اس کے ذریعے وہ وحدت ختم ہوئی۔ اس ظاہری مفہوم سے جان چھڑانے کے لیے حسب ذیل دو اور اقوال کا سہارا لیا گیا ہے۔

دوسرا قول: ''تمام لوگ باطل ہونے میں ایک طریقے اور دین پر تھے'' مفسرین کی ایک جماعت (ابن عباس حسن اور عطا) کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ امام رازی رقمطراز ہیں:

> أما القول الثَّانِي: هُوَ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا أُمَّةً وَاحِدَةً فِي الدِّينِ البَاطِلِ، فَهَذَا قَوْلُ طَائِفَةٍ مِنَ المُفَسِّرِينَ كَالحَسَنِ وَعَطَاء وَأبنِ عَبَّاسٍ (۴۷)
>
> (ہر چہ دوسرا قول ہے، یہ ہے کہ لوگ باطل ہونے میں ایک امت تھے، یہ مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے، جیسے حسن، عطاء اور ابن عباس)

اس قول کی صحت پر دو دلائل پیش کیے جاتے ہیں: پہلی دلیل: یہ حضرات اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وحدۃ امت پر بعثت انبیاء کا ترتب ہے اور بعثت انبیاء کے لائق یہ مضمون ہے کہ لوگ غلط طریقے پر تھے ان کو راہ راست پر لانے کے لیے بعثت انبیاء کا سلسلہ جاری ہوا۔ دوسری دلیل: حسب ذیل حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کرتے ہیں:

> عَن عِيَاضِ بنِ حِمَارٍ المُجَاشِعِيِّ،...... وَإِنَّ اللهَ نَظَرَ إِلي أهلِ الأَرضِ، فَمَقَتَهم عَرَبَهُم وَعَجَمَهُم، إِلَّا بَقَايَا مِن أهلِ الكِتَابِ (۴۸)
>
> (اللہ تعالیٰ نے تمام زمین والوں کو دیکھا اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے علاوہ تمام لوگوں عرب وعجم کو ناپسند کیا)

امام رازی رحمہ اللہ نے اجمالی انداز میں ان دلائل کو ذکر کیا ہے، وجہ استدلال کو ذکر نہیں کیا بلکہ

اس قول کے جواب کے درپے ہوئے ہیں، اس لیے کہ یہ قول مرجوح ہے۔ بہرحال دونوں دلائل کا دعویٰ پر دلالت واضح نہیں۔

تیسرا قول: ''شرائع عقلیہ پر عمل کرنے میں تمام لوگ ایک تھے'' شرائع عقلیہ سے مراد ہے، وجود وصفات باری تعالیٰ کا اعتراف، خالق کی عبادت وشکر نعمت، قبائح عقلیہ، مثلاً ظلم، جھوٹ جہل وغیرہ سے اجتناب۔ یہ ابومسلم اور قاضی کا قول ہے، امام رازی رقمطراز ہیں:۔

القَولُ الثَّالِثُ: وَهُوَ اخيتَارُ أَبِي مُسلِمٍ وَالقَاضِي: أَنَّ النَّاسَ كَانُوا أُمَّةً وَاحِدَةً فِي التَّمَسّكِ بِالشَّرَائِعِ الأَعَقلِيَّةِ (۴۹)

(تیسرا قول: ابومسلم اور قاضی کا اختیار کردہ ہے، یہ ہے کہ لوگ شرائع عقلیہ کو اپنانے کی حیثیت سے ''اُمۃ واحدۃ'' تھے۔ شرائع عقلیہ سے مراد خالق کے وجود وصفات کا اعتراف، اس کی عبادت، شکران نعمت اور عقلاً قبیح و ناپسندیدہ امور، جیسے: ظلم، دروغ گوئی، جہالت اور عبث جیسے کام ہیں)

قول ثالث کی مرجوحیت وضعف: اس قول کے ضعیف ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اس قول کو درست اور راجح ثابت کرنے والے قاضی کو اس میں اشکال پیش آیا، جس سے خلاصی کے لیے احتمالی باتوں کا سہارا لیا۔ امام رازی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

ثُمَّ سَأَلَ نَفسَهُ، فَقَالَ: أَلَيسَ أَوَّلَ النَّاسِ آدَمُ عَلَيهِ السَّلَامُ وَأَنَّهُ كَانَ نَبِيًّا...... إِلَى التَّمَسكِّ بِالشَّرَائِعِ العقليةِ (۵۰)

(پھر قاضی نے خود بھی اپنے آپ پر سوال قائم کیا اور کہا: کیا یہ بات نہیں کہ آدمؑ نوع انسانی کا پہلا فرد ہے اور وہ نبی تھے؟! پس یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ سلسلہ بعثت کے آغاز سے قبل لوگ مکلّف تھے؟! پھر خود ہی یہ جواب دیا ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی اولاد سمیت ابتدائے آفرینش میں شرائع عقلیہ پر عمل پیرا ہونے میں ایک تھے بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی اولاد کی طرف بحیثیت نبی مبعوث کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آدم علیہ السلام کی شریعت روئے زمین سے مٹ گئی ہو، تو لوگوں نے شرائع عقلیہ کو اختیار کردیا ہو) .... (جاری ہے)

جناب فیصل ریاض شاہد*

مغربی اصطلاحات کی تعریف

ذیل میں کچھ مشہور و معروف مغربی اصطلاحات کی فنی تعریفات پیش کی جا رہی ہیں، جنہیں میں نے فلاسفہ و مفکرین مغرب اور خود ان اصطلاحات کے مؤجدین کی فکر و نظر اور مطلوبہ مفاہیم کی روشنی میں مرتب کرنے کی کوشش کی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ہم مغربی اصطلاحات تو بے دریغ استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے حقیقی مفاہیم (وہ مفہوم جو اہل مغرب کی حقیقی مراد ہوں) سے آگاہ نہیں ہیں، اوپر سے یہ ظلم کہ ہمارے دیسی لبرل دانشور مغرب کا نمک حلال کرتے ہوئے ان اصطلاحات کو عین اسلامی قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، یہ لوگ جان بوجھ کر اسلام پر مغربیت کا لبادہ اوڑھنے کے درپے ہیں، ان سے ہوشیار رہئے اور اصطلاحات کو ان کے حقیقی مفاہیم کو مدنظر رکھ کر ہی استعمال کرنے کی عادت ڈالئے!

سیکولرازم (Secularism)

پاکستان کی سرکاری اردو لغت (http://udb.gov.pk) میں سیکولرازم کا مطلب یہ بتایا گیا ہے "لادینیت، مذہبی عقیدے سے بریت، ایسا نظریہ حیات جو عقائد کی مداخلت سے پاک ہو، عرف میں سیکولرازم کا مفہوم یہ بتایا جاتا ہے کہ سیکولرازم ایک ایسا نظریہ ہے جس کے مطابق چرچ (مذہب) اور اسٹیٹ (ریاست) کو الگ الگ رکھا جانا چاہئے، اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ ریاستی یا انسان کے اجتماعی معاملات میں مذہب کو الگ رکھا جانا چاہئے اور اجتماعی انسانی مسائل کا فیصلہ وحی، کسی مخصوص مذہب یا مطلقا مذہب کی تعلیمات کی بجائے، اکثریت، انسانی اجتماع یا General/Common Will کی روشنی میں کیا جانا چاہئے، فکر و فلسفہ مغرب کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم سیکولرازم کی تعریف یوں کر سکتے ہیں؛ ''سیکولرازم تنویری مفکرینِ مغرب (Enlightened Western Thinkers) کا پیش کردہ ایک ایسا نظریہ حیات ہے جس کے مطابق انسان کے اجتماعی معاملات کو ہدایتِ الٰہی (Religion) سے آزاد فکرِ انسانی (Reasoning) کے

---

* معروف قلمکار و بلاگر (مشاہدات)

اصولوں پر طے کیا جانا چاہئے" اگر ہم اس تعریف پر غور کریں تو مندرج ذیل نقاط اخذ ہوتے ہیں،

☆ سیکولرازم کوئی الہامی نظریہ حیات نہیں بلکہ اس کا فلسفہ مغرب کے دین بیزار مفکرین کی ایجاد ہے۔

☆ سیکولرازم صرف نظریہ ریاست نہیں بلکہ ایک مکمل نظریہ حیات ہے۔

☆ سیکولرازم کا تعلق انسان کے اجتماعی معاملات سے ہے۔

☆ سیکولرازم انسانی معاملات کو طے کرنے میں خدائی یا پیغمبرانہ نورِ ہدایت یا سادہ لفظوں میں "وحی" سے انکار کرتا ہے۔

☆ سیکولرازم خدا اور وحی کو انسانی اجتماعی مسائل سے غیر متعلق قرار دینے کے نظریہ کو بطور نظریہ حق تسلیم کرنے کا نام ہے۔

☆ سیکولر ازم وحی کو معطل کر کے انسان ساختہ اصولوں Man Made Laws/Human Rights کی بنیاد پر اجتماعی مسائل کا حل تلاش کرتا ہے۔

مذکورہ نقاط میں سے کوئی ایک بھی نقطہ ایسا نہیں جسے رد کیا جا سکے، مغربی مفکرین کی کتب سیکولر ازم کے اسی مفہوم کو بیان کرتی ہیں اور اسی مفہوم کی دعوت دیتی ہیں، پس ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ سیکولرازم "لادینیت" ہے، بعض مغربی مفکرین یہ کہتے ہیں کہ سیکولرازم "لادینیت" نہیں ہے کیونکہ لادینیت خدا کے انکار کا نام ہے جبکہ سیکولر ازم خدا کا انکار نہیں کرتا، یہ محض ایک مغالطہ ہے، ہمارا موقف یہ ہے کہ سیکولر ازم "لادینیت" ہی ہے، درحقیقت لادینیت کی تعریف اہل مغرب کے ہاں مختلف ہے جبکہ ہم مسلمانوں کے نزدیک مختلف ہے، مغربی مفکرین کے نزدیک "لادینیت" صرف وجود باری تعالی کے انکار کا نام ہے جبکہ ہم مسلمانوں کے نزدیک انکارِ وجود باری تعالیٰ کیساتھ ساتھ انکارِ مذہب Deism بھی لادینیت ہے پس اسلامی نقطہ نظر کے مطابق سیکولرازم لادینیت الحاد ہے، سیکولر ازم کے لادینیت ہونے پر دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ سیکولرازم خدا کو انسانی اجتماعی زندگی سے غیر متعلق قرار دینے کے نظریہ کو بطور نظریہ حق اپنانے یا نافذ کرنے کا نام ہے۔

لبرل ازم (Liberalism)

لبرل ازم ایک پیچیدہ اور جامع اصطلاح ہے، مغربی مفکرین کی اکثریت اسے ایک سیاسی نظریہ قرار دیتی ہے لیکن اگر لبرل ازم کے فلسفے کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ صرف ایک سیاسی نظریہ نہیں ہے، اس کی جڑیں حیات انسانی میں انفرادی سطح سے اجتماعی سطح تک کے ہر شعبہ ہائے زندگی میں پھیلی ہوئی ہیں،

پاکستان کی سرکاری اردو لغت (http://udb.gov.pk) میں لفظ لبرل کا مطلب یہ بتایا گیا ہے " کھلے ذہن کا مالک، وسیع القلب، کشادہ نظر، وہ شخص یا افراد کا گروہ جو انفرادی آزادی، جمہوری نظام حکومت اور آزاد تجارت کا حامی ہو، جاگیرداری اور رجعت پسندی کے مقابل، فیاض، کریم، دریادل، سخی، لفظ لبرل کے جو معانی بتائے گئے ہیں ان میں سے آخری چار معانی لغوی ہیں جبکہ بقیہ سب اصطلاحی معانی ہیں، عرف میں لبرل ایک ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو انفرادی و اجتماعی آزادی کی بات کرتا ہو، جمہوریت کا حامی ہو، فری ٹریڈ کا حامی ہو، حقوق نسواں کی تحریکوں کو نظریاتی سطح پر جسٹیفائے کرتا ہو اور اشیاء کا جائزہ بالعموم مذہب کی بجائے عقل و خرد کی بنیاد پر کرتا ہو، مغربی فکر و فلسفے کے مطالعے سے واضح ہے کہ لبرل ازم ایک جامع اصطلاح ہے جس میں سیکولر ازم، ہیومن ازم اور انہی کے طرح کے دیگر ''اِزم'' بھی شامل ہو جاتے ہیں، در حقیقت جتنے بھی مغربی ''اِزم'' ہیں وہ کئی کئی جہات سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اس لئے ان کے درمیان کوئی واضح خط فاصل کھینچنا خاصا مشکل کام ہے، جہاں تک ہم لبرل ازم کو سمجھتے ہیں، اس کے مطابق، لبرل ازم اور سیکولر ازم کی تعریف میں صرف ایک لفظ کا فرق ہے ''لبرل ازم تنویری مفکرینِ مغرب (Enlightened Western Thinkers) کا پیش کردہ ایک ایسا نظریہ حیات ہے جس کے مطابق انسان کے انفرادی معاملات کو ہدایتِ الٰہی (Religion) سے آزاد فکرِ انسانی (Reasoning) کی اصولوں پر طے کیا جانا چاہئے'' آپ نے دیکھا کہ سیکولر ازم کا تعلق انسان کے اجتماعی معاملات سے تھا جبکہ لبرل ازم کا تعلق انفرادی معاملات سے ہے، لبرل ازم کا بنیادی نعرہ ہے، ''آزادی'' قابل غور بات یہ ہے کہ آزادی سے مغربی مفکرین کی مراد کیا ہے؟ مغربی فکر اور معاشرے میں آزادی ایک بنیادی قدر ہے۔

تمام مغربی فلسفے فرد یا افراد کی آزادی کے گرد ہی گھومتے ہیں، جاننا چاہئے کہ مغربی تصور آزادی سے مراد ہے، ''مذہب کی حدود و قیود سے آزادی'' ہمارے دیسی لبرل دانشور اگرچہ واشگاف الفاظ میں یہ مفہوم بیان نہیں کرتے لیکن اگر آپ لبرل ازم کے حقیقی مفکرین اور دانشوران مغرب کے افکار کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے، لبرل ازم کا نصب العین آزادی کو یقینی بنانا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم آزادی کے مغربی تصور پر روشنی ڈالیں، مغربی تصور آزادی یہ ہے کہ ''میری خواہشات اور ترجیحات کی تقسیم اور درجہ بندی متعین کرنے کا حتمی اختیار صرف اور صرف میرے پاس ہے، خیر و شر کا حتمی پیمانہ میں ہوں، خدا اور نبی کون ہوتے ہیں جو مجھے بتائیں کہ مجھے کیا چاہنا چاہئے اور کیا نہیں چاہنا چاہئے۔''

☆ لبرل ازم وحی اور مذہب کو اولاً تو انسان کی انفرادی زندگی سے معطل کرنے اور بعد ازاں ان کے انکار کا نام ہے۔

☆ لبرل ازم خیر وشر کا پیمانہ خدا اور نبی کی بجائے خود فرد کو قرار دیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر میں شراب پینا پسند کرتا ہوں تو مجھے شراب پی لینی چاہیۓ، یہ نہیں سوچنا چاہیۓ کہ خدا اسے ناپسند کرتا ہے کیونکہ خدا کو کوئی حق نہیں کہ وہ میری پرسنل لائف میں انٹرفیئر کرے (العیاذ باللہ)

☆ لبرل ازم ہر قسم کی مذہبی تعلیمات اور حدود و قیود کو توڑ کر ان سے آزادی حاصل کر لینے کا نام ہے۔

لبرل ازم ہر شعبہ ہائے زندگی سے مذہب کو بے دخل کر کے نفسانی خواہشات کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کے نظریہ کو بطور نظریہ حق اپنانے یا نافذ کرنے کا نام ہے۔

☆ لبرل ازم اسلامی نقطہ نظر کے مطابق کفر ہے اور ہر نظریاتی لبرل دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ہیومن ازم (Humanism)

گزشتہ سات آٹھ سو سال میں مغرب نے جتنے بھی نئے نظریات پیش کئے ان میں سے نوے پچانوے فیصد نظریات کی اساس ایک ہی ہے، یہ اساس ہے ''انسان'' بات ذرا سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے، نشا ثانیہ کا مغربی عہد درحقیقت انسان پرستی کی ابتداء کا عہد تھا، نشا ثانیہ اور انسان پرستی دونوں الفاظ قابل غور ہیں، مغرب کی فکری تاریخ تین ادوار میں منقسم ہے، عہد قدیم، نشاۃ ثانیہ، عہد جدید۔

عہد قدیم اور اس کی خصوصیات

عہد قدیم وہ عہد ہے جو زمانہ قبل از تاریخ سے شروع ہو کر قرون وسطی کی آخری صدیوں یعنی تقریبا پندرہویں صدی عیسوی تک پھیلا ہوا ہے، اس عہد کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مذہب مغربی فکر کی اساس رہا ہے، چاہے وہ قدیم یونانی و رومی بت پرستانہ مذاہب ہوں یا قرون وسطی کا مسیحی مذہب ہو، مغربی فکر پر مذہب کی گہری چھاپ رہی ہے۔ پندرہویں صدی کے وسط سے سترہویں صدی کے وسط تک تقریبا دو سو سال کا عہد نشاۃ ثانیہ اور ہیومن ازم کی ابتدا کا عہد کہلاتا ہے، اسکی خصوصیات ذرا بعد میں بتاتا ہوں۔ اس کے بعد سترہویں صدی عیسوی کے وسط تا زمانہ حال تک مغربی فکر کا تیسرا عہد یعنی عہد جدید پھیلا ہوا، اس عہد کی سب سے نمایاں خصوصیت عقل پرستی (Rationalism) ہے، ریشنل ازم یا عقل پرستی کا مطلب یہ ہے کہ اس عہد میں مغرب نے خدا، مذہب اور وحی کا یا تو انکار کر دیا یا اسے غیر تسلی بخش قرار دے کر انسانی حیات سے نکال باہر کیا۔

عہد قدیم و جدید کے درمیان نشاۃ ثانیہ کا ایک عبوری دور

عہد قدیم و جدید کے درمیان ایک عبوری دور نشاۃ ثانیہ کا ہے، نشا ثانیہ سے پہلے مغربی فکر پر خدا، وحی اور مذہب کا غلبہ رہا جبکہ نشاۃ ثانیہ کے بعد مغربی فکر پر انسان، عقل اور الحاد و سائنس کا غلبہ رہا ہے جو آج تک موجود ہے، ان ادوار کے مابین نشاۃ ثانیہ مغربی انسان کی خدا پرستی سے انسان پرستی کی طرف تبدیلی سے عبارت ہے، نشاۃ ثانیہ کی اہم ترین تحریکوں میں تحریک تراجم سرفہرست ہے جس کا مقصد قدیم یونانی و رومی فلسفیانہ کتب کا مقامی زبانوں میں ترجمہ تھا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ''مذہب سے آزاد'' علوم کی طرف راغب ہوں اور مذہب کا طوق اتار پھینکنے میں کسی ہچکچاہٹ کا شکار نہ ہوں۔

مغرب میں خدا پرستی سے انسان پرستی تک کا معکوس سفر

غرض ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مغرب نے خدا پرستی سے انسان پرستی کا معکوس سفر جن دو صدیوں میں طے کیا اسے نشاۃ ثانیہ کہا جاتا ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان پرستی Humanism سے مراد کیا ہے؟ انسان پرستی کی تعریف یوں کر لیجئے! ''انسان پرستی ایک ایسا نظریہ حیات ہے جس کے مطابق پرستش کے قابل صرف ایک ہی ہستی ہے، اور وہ ہستی انسان خود ہے'' ہیومن ازم کا بنیادی کلمہ "لااله الا الانسان" ہے! اس تعریف کو کھولا جائے تو حسب ذیل نقاط اخذ ہوتے ہیں۔

☆ ہیومن ازم انسان کو خدا کے مقام پر فائض کرنے کا نام ہے۔

☆ ہیومن ازم مذہب کے متوازی ایک مکمل مذہب ہے، ایک ایسا مذہب جس میں انسان کی پرستش کی جاتی ہے، آپ نے اکثر سنا ہو گا کہ ''انسانیت سب سے بڑا مذہب ہے!''

☆ ہیومن ازم میں انسان کی پرستش کا طریقہ ویسا نہیں جو خدا پرستی کا طریقہ کار ہے۔

☆ ہیومن ازم کے مطابق ہر انسان اپنے اندر ایک عدد خدا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق ہیومن ازم یا انسانیت پرستی صریح کفر و شرک ہے، لیکن یہ کفر کیسے ہے؟ سطور زیریں میں پڑھیئے! امریکی فلسفی کارلس لیمنٹ نے اپنی کتاب فلسفہ انسانیت پرستی میں ہیومن ازم کو کھول کھول کر بیان کیا ہے، اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ میرے ہاتھ میں اس وقت کتاب کا آٹھواں ایڈیشن ہے، صفحہ نمبر ۱۰ سے وہ ہیومن ازم کے دس بنیادی نکات بیان کرنا شروع کرتا ہے جن میں سے پہلے پانچ کا معنوی ترجمہ مع اصل متن آپ احباب کی خدمت میں پیش کر رہا

ہوں، اس کے بعد فیصلہ آپ خود فرمائیے!

First, Humanism believes in a naturalistic metaphysics or attitude toward the universe that considers all forms of the supernatural as myth; and that regards Nature as the totality of being and as a constantly changing system of matter and energy which exists independently of any mind or consciousness.

اول، ہیومن ازم نیچری مابعد طبیعات یا سادہ لفظوں میں اس رویے پر یقین رکھتا ہے جس کے مطابق ہر قسم کے مافوق الفطری موجودات (مثلاً خدا، فرشتے، جنت، جہنم وغیرہ) فرضی قصے کہانیاں اور افسانے ہیں اور یہ کہ تمام وجودات اور یہ ساری کائنات، مستقل بالذات مادے اور انرجی کے باہمی تعامل ہی کا نتیجہ ہیں جن کے پیچھے کوئی ذہن مطلق یا ناظم کائنات کارفرما نہیں ہے۔

Second, Humanism, drawing especially upon the laws and facts of science, believes that we human beings are an evolutionary product of the Nature of which we are a part; that the mind is indivisibly conjoined with the functioning of the brain; and that as an inseparable unity of body and personality we can have no conscious survival after death.

دوم، ہیومن ازم کا انحصار، بالخصوص سائنسی قوانین و حقائق پر ہے، ہیومن ازم کے مطابق ہم انسان اس مادی کائنات (جس میں کہ ہم رہتے ہیں) ہی کا ایک حصہ اور ارتقائی ماحصل ہیں اور یہ کہ نفس یا شعور انسانی دماغ ہی کے تعامل اور فنکشنز کا نام ہے جس کا دماغ کے ساتھ اٹوٹ رشتہ ہے یعنی نفس انسانی الگ سے کوئی روحانی وجود نہیں بلکہ دماغ ہی کا ایک عمل ہے، ہیومن ازم اس بات پر بھی یقین رکھنے کا نام ہے کہ چونکہ انسانی تشخص یا روح اور جسم درحقیقت ایک ہی شے ہے اس لئے موت کے بعد کسی قسم کی شعوری حیات کا کوئی وجود نہیں۔

Third, Humanism, having its ultimate faith in humankind, believes that human beings possess the power or potentiality of solving their own problems, though reliance primarily upon reason and scientific method applied with courage and vision.

سوم، ہیومن ازم چونکہ ''انسان'' پر ایمان لانے کا نام ہے، اس لئے انسانی مسائل کو حل کرنے میں حتمی فیصلہ (وحی یا آسمانی ہدایت کی بجائے) انسانی عقل اور سائنسی طریقہ کار کا ہے۔

Fourth, Humanism, in opposition to all theories of universal determinism, fatalism, or predestination, believes that human beings, while conditioned by the past, possess genuine freedom of creative choice and action, and are, within certain objective limits, the shapers of their own destiny.

چہارم، ہر قسم کے نظریہ جبر و تقدیر اور ایمان بالقدر کے برعکس، ہیومن ازم یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان اپنی قسمت اور تقدیر کا خالق خود ہے، ان معنوں میں کہ جس شے یا عمل کو انسان مثبت سمجھتا ہے، اسے اپنانے یا کرگزرنے میں انسان پوری طرح آزاد ہے، یعنی اسے کسی خارجی یا آسمانی پابندی کی فکر نہیں کرنے چاہئے، وہ اپنے لئے خیر و شر کے انتخاب اور ترجیحات کی درجہ بندی متعین کرنے میں پوری طرح آزاد ہے۔

Fifth, Humanism believes in an ethics or morality that grounds all human values in this-earthly experiences and relationships and that holds as its highest goal the this worldly happiness, freedom, and progress economic, cultural, and ethical of all humankind, irrespective of nation, race, or religion.

پانچواں، یہ کہ ہیومن ازم کے مطابق اخلاقیات کی تمام تر بنیاد مذہب، قوم یا قبیلے کی روایات و تعلیمات کی بجائے ان دنیاوی اقدار پر ہے جن کے ذریعے انسان اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ خوشیاں، آزادی اور مادی ترقی حاصل کر سکے۔

کارلس لیمنٹ نے یہ بات کھول کر بیان کر دی ہے کہ ہیومن ازم یعنی انسانیت پرستی، خدا پرستی یا مذہب کے عین الٹ ہے، ہیومن ازم ہر اس بات کی مخالفت کرتا ہے جو کسی بھی مذہب کی بنیادی تعلیمات ہوتی ہیں، پس ہیومن ازم کو کلمہ پڑھوانا ناممکن ہے، ہمارے جدیدیت پرست مسلم مفکرین کو ہزار بار سوچنا چاہئے کہ وہ اسلام میں کس غلیظ کپڑے کا پیوند لگانے میں کوشاں ہیں۔

...... اعلان ......

جو احباب اپنی کتاب ماہنامہ ''الحق'' میں تبصرہ کیلئے بھجوانا چاہتے ہیں
ان سے گزارش ہے کہ براہ کرم وہ دو نسخے بھجوایا کریں۔(ادارہ)

ادارہ

افکار وتاثرات

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی گرانقدر خدمات اور نئی کتاب 'نفاذ اسلام کی جدوجہد' پر تبصرہ

محترمی ومکرمی جناب مولانا راشد الحق سمیع صاحب

آپ کی ارسال کردہ کتاب 'نفاذ اسلام کی جدوجہد'' میرے پیش نظر ہے۔شکریہ۔

مولانا سمیع الحق مرحوم کی گرانقدر خدمات کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے- انہوں نے ایسے دور میں دارالعلوم حقانیہ میں تحقیق وتالیف کے حوالے سے دین مبین کی ترویج کا بیڑہ اٹھایا جب طاغوتی قوتیں عالم اسلام کے خلاف صف بستہ ہو چکی تھیں اور میڈیا کے ذریعے باقاعدہ مہم چلا کر سیکولر نظریات کو فروغ دیتے ہوئے اسلامی اقدار کو بدنام کیا جا رہا تھا۔ ان تصانیف کے ذریعے عالم اسلام کے موجودہ حکمرانوں کو بھی ایک واضح پیغام دیا گیا ہے کہ عالم اسلام کے حقیقی نمائندے کہلانے کیلئے انہیں کس طرح کے اوصاف واخلاقیات سے لیس ہونا چاہیئے۔افسوس کہ اکتوبر ۲۰۱۸ء میں مولانا کو نہایت بیدردی سے شہید کر دیا گیا لیکن ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا-

دوسال قبل ایک ملاقات میں، میں نے انہیں ملک کے سیاسی نظام کا حصہ بننے کا مشورہ دیا تھا، اسلئے کہ ملک کی اکثر دینی جماعتیں قومی دھارے سے الگ تھلگ رہ کر کے ایک غیر موثر گروپ بن کے رہ گئی ہیں، (قومی سطح پر فیصلہ سازی اور حکمرانی میں ان کا عمل دخل فروعی نوعیت کا ہے) انہوں نے اس مشورے پر غور کیا اور تحریک انصاف کے ساتھ ملکی سیاست کا حصہ بننے کا فیصلہ کیا لیکن انہیں اس سیاسی جدوجہد کے آغاز ہی میں منظر سے ہٹا دیا گیا، اس لئے کہ وہ سیاسی عناصر جو ملک میں لبرل ازم کا پرچار چاہتے ہیں وہ دین کی سربلندی کے لئے اس مجاہد کو محراب ومنبر تک ہی محدود رکھنا چاہتے تھے)افغان جہاد سے ان کا بہت گہرا تعلق رہا ہے،(اسی نسبت سے افغان حکومت نے انہیں طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے کی درخواست کی لیکن انہوں نے طالبان کا بنیادی مطالبہ ماننے پر زور دیا کہ

قابض فوجیں پہلے افغانستان سے نکلنے کے وقت کا تعین کریں تب ہی مذاکرات ممکن ہوں گے)

مولانا سمیع الحق کی شہادت سے پاکستان اور افغان طالبان کے درمیان ایک معتبر رابطہ ختم ہو گیا ہے جس کا نقصان پاکستان کو ہی ہوگا، مولانا سمیع الحق شہید کا یہ پختہ موقف تھا کہ ''جب تک امریکہ اور دیگر قابض افواج افغانستان میں موجود ہیں خطے میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔'' ان کا کہنا تھا کہ افغانستان کی قسمت کا فیصلہ خود افغانیوں کو کرنا چاہیے۔ امریکہ، پاکستان، ایران یا روس کو ان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ایک سازش کے تحت پاکستان سے ایسے رہنماؤں کو ہٹایا جا رہا ہے جو امریکی ایجنڈے کی راہ میں رکاوٹ ہیں،امریکہ نے افغان حکومت کے ذریعے مولانا سمیع الحق پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تھی- آج سے کچھ عرصہ قبل افغان حکومت نے مولانا سمیع الحق سے افغان طالبان کے ساتھ مذاکرات میں ثالث بننے کی درخواست کی جس کے جواب میں مولانا سمیع الحق نے کہا تھا کہ ''امریکہ کی افغانستان میں موجودگی کی وجہ سے وہ یہ کردار خوش اسلوبی سے ادا نہیں کر سکتے۔'' اسی لئے افغان حکومت کی طرف سے آئے ہوئے ایک اعلیٰ سطحی سرکاری وفد نے ان سے یکم اکتوبر۲۰۱۸ء کو اکوڑہ خٹک میں ملاقات کی، یہ ملاقات دو ڈھائی گھنٹے تک جاری رہی' وفد میں افغانستان کے مختلف جماعتوں کے سرکردہ حکومتی افراد اور اہم علماء شامل تھے جن میں سے بعض جامعہ حقانیہ سے فارغ التحصیل اور مولانا سمیع الحق کے شاگرد رہ چکے تھے- پاکستان میں افغان سفارتخانہ کے سفارتکار بھی اس ملاقات میں شریک تھے۔

وفد نے مولانا سمیع الحق سے افغانستان کی صورتحال پر تفصیلی بات چیت کی اور مولانا سے قیام امن کیلئے کردار ادا کرنے پر زور دیا، ان کا مقصد تھا کہ کسی طرح طالبان اشرف غنی کی حکومت کو تسلیم کر لیں، اس ضمن میں وفد نے افغانستان حکومت بشمول شمالی اتحاد اور حکومت کے تمام اتحادی گروپوں کی طرف سے مولانا سمیع الحق کو ثالث بننے کی پیشکش کی اور ان کے ہر فیصلے کو تسلیم کرنے کا یقین دلایا، سر تسلیم خم کیا کہ ہم سب افغان طالبان کی طرح آپ کو اپنا استاد سمجھتے ہیں- لیکن مولانا نے ان سے کہا کہ یہ ایک پیچیدہ بین الاقوامی مسئلہ ہے۔امریکہ سمیت بڑی طاقتیں اپنی مرضی کے مطابق اسے حل کرنا چاہتی ہیں اور وہ ہمیں حل کرنے نہیں دینگے۔'' میں اپنے کمزور کندھوں پر اتنی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈال سکتا مگر میری دلی خواہش ہے کہ افغان جہاد افغانیوں کی مرضی کے مطابق اپنے منطقی انجام یعنی ملک کی آزادی اور اسلام کی سربلندی تک پہنچ جائے اور یہ باہمی خون خرابہ بند ہوجائے۔''

انہوں نے مشورہ دیا کہ پہلے مرحلے میں آپ میں سے چند مخلص علماء، افغان حکمران،

پاکستان اور امریکہ کی مداخلت سے ہٹ کر خاموشی سے کسی خفیہ مقام پر مل بیٹھیں اور متحارب گروہ بھی ایک دوسرے کا نقطہ نظر سمجھ لیں، مولانا سمیع الحق نے کہا کہ میرے نزدیک اس مسئلہ کا واحد حل یہ ہے کہ افغانستان کے حکمران، پچھلے دور کے مجاہدین، عوام اور طالبان ایک نقطے پر متفق ہو کر ملک کی آزادی اور امریکی ونیٹو افواج کے انخلا پر متفق ہو جائیں تو قابض استعماری قوتیں نکلنے پر مجبور ہوں گی' اس کے بعد تمام افغانیوں کو مل بیٹھ کر ملک کیلئے ایک نظام پر اتفاق کرنا چاہیے اور تمام طبقوں کو افغانستان کی آزادی کیلئے دی گئی لاکھوں افراد کی جانی شہادتوں اور لاکھوں مہاجرین کے دربدر ہونے کی قربانیوں کی لاج رکھنا ہوگی، ان حالات میں حکومت پاکستان کو بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے اور ملا عمر کے یہ الفاظ پیش نظر رکھتے ہوئے افغانستان میں امن کی تلاش جاری رکھنا لازم ہے:

☆ ہماری قدریں مشترک ہیں ☆ ہماری قومی سلامتی کے تقاضے ایک دوسرے سے منسلک ہیں

☆ ہماری جدوجہد آزادی کی منزل ایک ہے۔"

خوشخبری

ارباب مدارس، شائقین کتاب اور اہل علم کیلئے ایک اعلیٰ علمی وh اصلاحی شاہکار

مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی زیر نگرانی

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے ارشادات وافادات، خطبات ومواعظ کا گلدستہ

دعواتِ حق

اضافہ شدہ ایڈیشن
جدید ترتیب
جدید طباعت
اور اعلیٰ کمپوزنگ کیساتھ

(۴) ضخیم جلدوں میں منظر عام پر

ضبط وترتیب: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ

............امتیازی خصوصیات............

☆ نئی ترتیب وتدوین ☆ جامع، مختصر اور پرمغز عنوانات ☆ اصل نسخے کیساتھ موازنہ وتصیح

☆ کتاب میں موجودہ آیات واحادیث کے مستند حوالے وتخریج ☆ سفید معیاری کاغذ اور مضبوط جلد

☆ معیاری وخوبصورت کتابت وکمپوزنگ بہترین سٹنگ

اعلیٰ طباعت کے ساتھ موتمر المصنفین جامعہ دارلعلوم حقانیہ سے بارعایت دستیاب ہے

برائے رابطہ: 0333 8000098 (مولانا فہد حقانی)

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب وروز

نئے دارالتدریس (اکیڈمک بلاک) بیاد امام الشہداء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ میں درس وتدریس کا باقاعدہ آغاز وافتتاح

۲۴ جون کو دارالعلوم حقانیہ کے نئے اکیڈمک بلاک بیاد امام الشہداء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مہتمم صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے ۱۰:۳۰ بجے صبح درس قرآن سے افتتاح فرمایا۔ افتتاحی تقریب میں نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کے علاوہ تقریب میں شیوخ حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ (دیر باباجی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ باباجی مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ، حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب کے علاوہ جامعہ حقانیہ کے تعمیراتی امور کے نگران عم محترم حضرت مولانا راشد الحق صاحب، حاجی دلاور خان صاحب، حاجی طارق صاحب، ممبر صوبائی اسمبلی جناب ادریس خٹک صاحب، ٹھیکیدار محمد اجمل صاحب کے علاوہ جامعہ کے اساتذہ، اراکین اور دارالعلوم کے شعبہ تعمیرات میں خدمات سرانجام دینے والے معزز افراد نے شرکت کی۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال ۱۴۴۰۔۱۴۴۱ھ کا افتتاح

دارالتدریس کے افتتاح کے فوراً بعد جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی نائب صدر حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ پاکستان کا مستقبل اسلامی اور دینی قوتوں سے وابستہ ہے، اس کیلئے علمی اور نظریاتی لحاظ سے پوری تیاری کرنی چاہیے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ اور دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اسلام ہمیں جدید علوم اور عصر حاضر کی سائنس اور ٹیکنالوجی سے نہیں روکتا بلکہ علم کے میدان میں ان سارے علوم کے اسلحہ سے لیس ہونے کی تائید کرتا ہے، تقریب میں شیوخ حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ (دیر باباجی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ باباجی مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس

صاحب مدظلہ،حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب ،حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب کے علاوہ جامعہ حقانیہ کے تمام اساتذہ وارا کین نے شرکت کی۔

حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

۱۰ جون : دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ،مخلص اور شہید ناموس رسالت ؐ حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے جیالے ، جمعیت علمائے اسلام کے صوبائی نائب امیر حضرت مولانا حکیم سعید الرحمٰن کی وفات پر سردار گڑھی پشاور تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھایا جس میں سینکڑوں علماء وطلبا اور علاقہ کے عوام نے شرکت کی۔جامعہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی نے ان کی نماز جنازہ کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے ان کی بے لوث خدمات کو سراہااوران کی تدفین تک وہاں موجود رہے۔

۲۵ جون: شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے ضلع اٹک کے مدرسہ ضیاء العلوم میں مشکوٰۃ شریف کے افتتاحی پروگرام میں شرکت فرمائی اور وہاں سینکڑوں علماء وطلبا سے پرمغز خطاب فرمایا۔

۲۶ جون: جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں وفاق المدارس کے ایک اعلی سطحی اجلاس میں شرکت فرمائی اور جامعہ دارالخیر گلستان جوہر کے بانی اور مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا اسفندیار خان مدظلہ کے جوانسال پوتے اورمولانا عثمان یار خانؒ کے بیٹے کی اچانک وفات پراُن سے تعزیت کی۔

۳ جولائی: جامعہ حقانیہ کے زیرنگرانی شعبہ بنات (مدرسہ ہاجرہ للبنات) کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا اس موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے مشکوٰۃ شریف کے درس سے افتتاح فرمایا اورمفصل خطاب کرتے ہوئے دور حاضر میں عورتوں کی تعلیم وتربیت اوراس کی اہمیت کوقرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمایا،اس موقع پر جامعہ کے استاد الحدیث حضرت مولانا حافظ شوکت علی صاحب،مولانا ہلال احمد صاحب اور صاحبزادہ مولانا مفتی اسامہ سمیع صاحب بھی موجود تھے۔

☆ مولانا عبدالرؤف بادشاہ ،بام خیل صوابی کے معہد الصدیق للدراسات الاسلامیہ کے پوزیشن ہولڈر طلبا کی تقسیم انعامات کے موقع پر علماء طلبا سے خطاب فرمایا، ان کے ہمراہ مولانا بلال الحق مکی بھی تھے۔

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کانفرنس میں حضرت مہتمم ونائب مہتمم صاحبان کی شرکت

۲۵مئی: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور والد محترم نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ رابطہ عالم اسلامی کے زیراہتمام منعقدہ عالمی

کانفرنس میں شرکت کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ، جہاں والد محترم نے اپنی جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے عالمی رہنماؤں سے اہم ملاقاتیں کیں ، کانفرنس کے موقع پر دنیا بھر سے آئے ہوئے معزز وفود بالخصوص ائمۃ الحرمین الشریفین شیخ عبدالرحمٰن السدیس صاحب ، شیخ صالح بن حمید صاحب ، رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبدالکریم العیسیٰ صاحب ، سعودی وزراء نے حضرت دادا جان شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت پر تعزیت کی اور ان کی ہمہ جہت خدمات پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ جامعہ حقانیہ کے مدرس مولانا سلمان الحق صاحب بھی اس سفر میں ہمراہ تھے ۔

نائب مہتمم جامعہ حقانیہ حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۴رجون: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے عیدالفطر کے اجتماع کے موقع پر مرکزی عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں تفصیلی خطاب فرمایا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے بھی عیدالفطر کی مناسبت سے پرمغز خطاب فرمایا۔

۵رجون: عیدالفطر کے تینوں روز ملک بھر سے ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام ، جامعہ حقانیہ کے فرزندان ، جمعیت کے کارکنان اورعوام الناس کی ایک کثیر تعداد نے والد محترم مولانا حامد الحق صاحب سے ان کی رہائش گاہ اکوڑہ خٹک میں ملاقات کی اور عیدالفطر کی مبارکباد دی۔

۱۲رجون: جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں منعقدہ جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کی صدارت کی جس میں ملک بھر سے جمعیت علمائے اسلام کی مجلس شوریٰ کے ارکان نے کثیر تعداد میں شرکت کی ، اجلاس میں ملکی صورتحال امت مسلمہ اور دینی مدارس کو درپیش چیلنجز، تنظیمی صورت حال اور دیگر اہم امور پر سیر حاصل گفتگو کی اور اس اجلاس میں اہم فیصلے بھی کئے گئے ۔

۱۴جون: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی نے پشاور میں سینئر صحافی محمد ارشاد خان اور محمد ریاض خان سے اُن کے والد کی وفات پر تعزیت کی ۔

۱۵جون: حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب نے اپنی رہائش گاہ میں جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ سے آئے ہوئے وفد جس کی قیادت حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب کے صاحبزادے مولانا احمد یار خان اور مفتی حماد مدنی کررہے تھے ، سے ملاقات کی اور صوبہ سندھ کے جماعتی امور پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔

مولانا محمد اسلام حقانی
رکن موتمر المصنفین

تعارف وتبصرہ کتب

● **ذکر اللہ کے حلقے جنت کے باغات** تالیف: حضرت مولانا محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ

ضخامت: ۴۳۲صفحات ناشر: ادارہ الشیخ جامعہ دارالعلوم زکریا ترنول اسلام آباد (03335555161)

ہر دور اور زمانے میں انسانوں کے اصلاح ظاہر کیساتھ ساتھ اہل علم اور اہل احسان وسلوک نے اصلاح باطن کی بھی فکر کی، اسلام کی پندرہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا ہے کہ جس میں رہنمایان شریعت وطریقت اور اولیائے کاملین اور علمائے صالحین نے شریعت کے رموز و اسرار کیساتھ طریقت کے انوار و معارف نسل انسانی تک نہ پہنچائی ہو،اہل احسان وسلوک نے تعلیم کتاب کیساتھ تزکیہ نفوس کیلئے بھی جہد مسلسل فرمائی ،اس کیلئے انہوں مختلف طریقوں کو اپنایا، ان میں سے حلقاتِ ذکر کو بڑی اہمیت حاصل ہے چونکہ اہل اللہ کی مجالس علوم و معارف، حکم وعبر، رموز واسرار سے مملو ہوا کرتے ہیں اور ان کے اقوال وملفوظات بھی پند ونصیحت کے خزینے ہوتے ہیں، ہمارے اکابر اور اسلاف کے ہاں تزکیہ نفوس کیلئے مجالس ذکر کا اہتمام ہوتا تھا اور اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ نے اصلاح اور تزکیہ نفس کی محنت میں ذکر اللہ کی کثرت کو اساس اور بنیاد قرار دیا اور مجالس ذکر اللہ کی ترویج واشاعت کو خاص اہمیت دی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ’’ذکر اللہ کے حلقے جنت کے باغات‘‘ پیر طریقت ،رہبر شریعت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کی تصنیف لطیف ہے، جس میں انہوں نے ذکر کے فضائل ومحاسن پر مدلل روشنی ڈالی ہے، اکابر علماء کے اقوال اور تحقیقات پیش فرمائیں اور مجالس وحلقات ذکر کے متعلق اکابر علماء کی آراء کیساتھ ساتھ ان کے اعمال ومعمولات کا بھی تذکرہ کیا، اس کے علاوہ مجالس ذکر کی فضلیت ،اہمیت اور ضرورت کو قران وسنت سے ثابت کرکے دلائل کی روشنی میں اس کتاب کو مستند بنایا، چونکہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندہلویؒ سے روحانی نسبت اور تعلق خاص حاصل ہے، انہوں نے بھی فضائل ذکر پر مستقل کتاب لکھ کرامت پر احسان عظیم کیا تھا، اب ان کے روحانی فرزند نے اسی موضوع پر اُسی نہج میں کتاب وسنت ،اقوال علماء وفقہاء اور واقعات اکابر واسلاف کے ذریعے یہ بیش بہا کتاب مرتب فرمائی اور مختلف پھولوں کا ایک حسین گلدستہ تیار کرکے خلق خدا کے روحانی رہنمائی، تربیت اور استفادے کیلئے پیش فرمایا۔ گویا یہ شیخ زکریا کاندھلویؒ کی کتاب ’’فضائل ذکر‘‘ کے سلسلے کی ایک کڑی اور

تسلسل ہے۔ یہ کتاب عوام اور خواص دونوں کیلئے یکساں مفید ہے، خاص کر تصوف (احسان وسلوک) سے وابستہ افراد کیلئے ایک انمول تحفہ اور قیمتی سوغات ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کی عمر اور قلم میں مزید برکت عطا فرمائے، آپ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نہایت ہی قابل فخر اور بہت ہی اہم اور مخلص فاضل ہیں اور موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (امین)

● سہ ماہی ''الرحیم'' مدیر: مولانا حافظ سید انوار اللہ بادشاہ صاحب

ضخامت: ۴۸ صفحات ناشر: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ اضاخیل بالا نوشہرہ، رابطہ نمبر 03005930984

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ اضاخیل کے ترجمان مجلّے سہ ماہی ''الرحیم'' کی جلد نمبر(۱) اور شمارہ نمبر(۱) نظر کے سامنے ہے، اسلامی صحافت کے افق سے طلوع ہونے والا یہ نیا پرچہ ہے، جو پیر طریقت، رہبر شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا نثار اللہ بادشاہ مدظلہ کی سرپرستی اور حضرت مولانا حافظ سید انوار اللہ بادشاہ صاحب جو اس کے باصلاحیت باکمال اور نہایت ہی متحرک وفعال مدیر شہیر کی ادارت میں شروع ہوا ہے اور مولانا منیب اللہ بادشاہ صاحب اس کے نگران ہیں۔ زیر تبصرہ رسالہ اس پرچے کا پہلا شمارہ ہے پھر بھی مضامین کا انتخاب کافی حد تک بہتر ہے اور ان شا اللہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ پرچہ نکھرتا جائیگا اور اہل علم اور عامۃ الناس اس سے مستفید ہوتے رہیں گے اور جس رسالے کی مجلس مشاورت میں شیخ الحدیث مولانا عبد القیوم حقانی مدظلہ اور حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی مدظلہ جیسے کہنہ مشق صاحب طرز مدیران موجود ہوں تو ان شا اللہ اس کے بام عروج تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی، امید ہے کہ یہ مجلّہ دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی اور عامہ الناس اور خواص دونوں کی رہنمائی اور آبیاری کرے گا اور قارئین اس مجلّہ کا بے قراری سے انتظار کریں گے، امید ہے کہ باصلاحیت افراد پر مشتمل یہ ٹیم اور خصوصاً مدیر صاحب بہت محنت اور عرق ریزی کیساتھ اس کے معیار اور اشاعت کو بڑھائیں گے۔ ماہنامہ 'الحق' دینی صحافت میں مؤقر 'الرحیم' کو خوش آمدید کہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرزندان حقانیہ کی اس کاوش اور مجلّہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

● افضل البیان فی اصول القرآن تالیف: شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰنؒ

اردو ترجمہ: مولانا حافظ محمد سلیم حقانی ضخامت: ۲۶۰ صفحات

ناشر: جامعہ علوم القرآن والسنہ نمک منڈی پشاور رابطہ نمبر: 03119000975

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کے نزول کے ساتھ ہی دیگر صحف وکتب سماویہ منسوخ قرار پائی، یہ حقائق دقائق، عجائب وغرائب کا خزینہ، علوم ومعارف، حکم وعبر رموز واسرار کا مجموعہ ہے، عہد صحابہ سے اب تک کروڑوں علمائے کرام نے اس مقدس کتاب کی ہر پہلو سے حسب استطاعت خدمت کی لیکن اب تک ایک بھی عالم اور مفسر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے اس مقدس

کتاب کا کما حقہ حق ادا کیا ہے،اس لئے کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کے عجائب وغرائب، رموز واسرار،حکم و عبر،علوم ومعارف کا احاطہ تحریر میں لانا اس کی بے تحاشا ہونے کی بنا پر مشکل ہے، اس کے بے شمار تفاسیر لکھی گئی ہے اور اب تک لکھی جارہی ہے اس کے علاوہ اس کے اصول ومبادیات پر بھی کافی ذخیرہ کتب موجود ہے اور تاہنوز اس پر لکھنے کا یہ سلسلہ جاری ہے۔اس سلسلے کی ایک حسین کڑی شیخ القرآن والحدیث مولانا فضل الرحمٰن نور اللہ مرقدہ کی تالیف کردہ کتاب افضل البیان فی اصول القرآن بھی ہے مولف موصوف جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اولین فضلاء میں شامل ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے قابل قدر شاگردوں میں اس کا نام گرامی شامل ہیں۔زیر تبصرہ کتاب افضل البیان فی اصول القرآن عربی زبان میں اپنے موضوع پر انتہائی سہل، عام فہم اور مستند کتاب ہے اس کا اردو ترجمہ ان کے فرزندار جمند ڈاکٹر فضل حنان صاحب کے ایماء وتحریک پر مولانا حافظ محمد سلیم حقانی نے پایا، تکمیل تک پہنچائی تیرہ ابواب پر مشتمل یہ کتاب طلبا نے علوم تفسیر کے لئے ایک انمول تحفہ اور قیمتی سرمایہ ہے،عربی متن کیساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کاوش کو ان کیلئے رفع درجات کا وسیلہ اور مترجم اور محرک کیلئے ترقیات کا ذریعہ بنادے آمین۔

- **درس ہدایۃ النحو** افادات: مولانا تحسین اللہ صاحب مرتب: مولانا نوید احمد خان

ضخامت: ۴۳۰ صفحات ناشر: ادارۃ الایمان نوشہرہ رابطہ نمبر: 03334949656

یہ بات ہر ذی شعور پر عیاں ہے کہ تمام علوم میں اصل علم قرآن،سنت اور فقہ کا ہے لیکن قرآن و سنت پر دسترس اور مہارت حاصل کرنے کیلئے کچھ فنون ایسے بھی ہیں کہ جس پر مہارت حاصل کئے بغیر قرآن پر عبور اور دسترس ممکن نہیں،قرآن وحدیث پر مہارت انہیں علوم وفنوں پر موقوف ہے، انہیں علوم و فنون میں علم النحو بھی ہے،علم النحو فہم قرآن وسنت کے لئے ایک اساس اور بنیاد کا درجہ رکھتا ہے،علم النحو پر جتنا عبور اور مہارت حاصل ہوا اتنا ہی قرآنی فہم میں آسانی ہوگی،علم النحو پر بہت سے اہل علم وفن نے کثیر تعداد میں کتابیں لکھی ہیں اور اس پر بے شمار کتابیں موجود ہیں۔انہی میں ایک اہم کتاب ھدایۃ النحو بھی ہے جو عرصہ دراز سے درس نظامی کے نصاب کا حصہ رہا ہے اور یہاں وفاق المدارس کے تحت درجہ ثانیہ میں پڑھائی جاتی ہے، یہ بڑی اہمیت کی حامل کتاب ہے جس پر ہر زبان میں بے شمار شروحات لکھی گئی ہیں اس کے علاوہ اس فن کے مدرسین کے افادات حواشی اور درسی نوٹس الگ ذخیرہ ہے۔انہیں تقریری افادات میں زیر تبصرہ کتاب ''درس ہدایۃ النحو'' بھی ہے یہ مولانا تحسین اللہ صاحب (مدرس جامعہ تحسین القران) کے افادات ہیں جسے مولانا نوید احمد خان نے مرتب کرکے کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اہل علم سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں مولانا نوید احمد خان اس سے قبل بھی کئی کتابیں مرتب کر چکے

ہیں، جس میں جامعہ دار العلوم حقانیہ کے مدرس مولانا سعید الرحمٰن صاحب کے درس ہدایہ بھی قابل ذکر ہے، زیر تبصرہ کتاب درس هداية النحو بڑے اہم خصوصیات کی حامل شرح ہے عبارات پر اعراب، متن کا سلیس ترجمہ، اہم عبارت کا نحوی ترکیب وغیرہ شامل ہے، طلبہ درجہ ثانیہ کیلئے یہ ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ سے کم نہیں، اللہ اسے شرف قبولیت سے نوازے امین۔

- **التعوذات ما ثبتت من الاثار** مرتب: مولانا عبدالروٴف بادشاہ صاحب

ضخامت: ۴۸ صفحات ناشر: دار الصديق لنشر البحوث الاسلامی، بام خیل صوابی

دعا مومن اور مسلم کیلئے ایک ڈھال، تقرب الٰہی کا ایک طاقت ور ذریعہ اور شیطانی وسوسوں، حملوں اور نفسیاتی خواہشات کے خلاف موثر ہتھیار ہے، دین حنیف ''اسلام'' میں دعا کی اہمیت اور حیثیت کسی ذی شعور انسان سے ڈھکی چھپی نہیں، اس کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے، اسلام کے علاوہ دیگر تمام شرائع و مذاہب میں بھی دعا کا تصور موجود رہا ہے،اور ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت ذکر و اذکار، مسنون ادعیہ وتعوذات کے اہتمام اور قرآنی تلاوت میں مشغول رہے، اس عمل سے وہ بہت سے مصائب، آفات اور حادثوں سے محفوظ رہیگا اور اس پر تمام شیطانی حملے بھی غیر موثر ہوں گے، بہت سارے اہل علم نے قرآن وحدیث سے منقول مسنون ادعیہ پر مشتمل بڑی وچھوٹی کئی کتب تالیف کی ہیں تا کہ قارئین ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے تعلق مضبوط کرسکیں۔

زیر تبصرہ کتاب التعوذات ما ثبتت من الاثار بھی اس سلسلے کی ایک حسین کڑی ہے جسے صوابی کے ایک روحانی اور علمی خانوادے کے چشم و چراغ حضرت مولانا عبدالروف بادشاہ صاحب نے مرتب کیا، موصوف مؤلف کا علمی ذوق انکے زیر ادارت شائع ہونے والے موقر علمی مجلّہ سہ ماہی ''الصدیق'' سے عیاں ہیں، وہ تصنیف وتالیف کا اعلیٰ ذوق رکھتا ہے، اسی ذوق کے پیش نظر انہوں نے دار الصدیق لنشر البحوث الاسلامیۃ کے نام سے ایک تصنیفی شعبہ اپنے جامعہ معہد الصدیق میں قائم کیا۔موصوف کی تعوذات پر مشتمل اس کتابچے میں عذاب قبر، قرض کی بوجھ، بزدلی، زندگی کی تنگی، موت کی سختی، سحر، جناتی اثرات، شیاطین واشرار کے شر اور دیگر تمام شرور وفتن سے پناہ طلب کی گئی ہے، سو اس کتاب میں مذکورہ تعویذات کو خود بھی روزمرہ پڑھنے کا معمول بنالیں اور اپنی اولاد کو بھی اس کے پڑھنے کا عادی بنائیں یہ ایک بہترین کاوش ہے، جو ہر فرد کی ضرورت اور ہر مسلمان کیلئے نہایت مفید ہے۔ یہ کتابچہ مصنف موصوف اور اس ادارے کا نقش اول ہے، اللہ کرے یہ نقش اول نقوش کثیرہ کا پیش خیمہ ثابت ہو، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عامۃ الناس کیلئے نفع بخش بنائے۔ (آمین)۔ (0313-9803280)